روزنامہ
(ٹیلی فون نمبر 047-6213029) FD-10

الفضل

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان
web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

جمعہ 29/اکتوبر 2010ء 20ذیقعد 1431ہجری 29اخاء1389ہش جلد 60-95 نمبر 223

اللہ کی توحید

اللہ انصاف پر قائم رہتے ہوئے شہادت دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور فرشتے بھی اور اہل علم بھی (یہی شہادت دیتے ہیں) کوئی معبود نہیں مگر وہی کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

(آل عمران:19)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

اس تمام تقریر سے ظاہر ہے کہ آریوں کے اصول کی رو سے خدا تعالیٰ ان تمام مختلف اشکال کے حیوانات کا حقیقی مالک نہیں ہے اور نہ اس کے اپنے ارادہ اور خواہش سے یہ مختلف اشکال کے حیوان زمین پر پیدا ہو گئے ہیں اور نہ اس کی مصلحت اور حکمت کی رو سے ان کا وجود زمین پر ضروری ہے بلکہ ان تمام حیوانات کا زمین پر ہونا یا نہ ہونا صرف ان اعمال پر موقوف ہے جو تناسخ کے چکر میں ڈالتے ہیں اور جبکہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کو اپنی ذات میں دوام نہیں ہوسکتا بلکہ ہر ایک حیوان کا وجود وابستۂ تناسخ ہے تو اس صورت میں ایسی چیزوں کو جو محض تناسخ کی وجہ سے ظہور پذیر ہیں کیونکر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت ہوسکتی ہے اور کیونکر عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ ہر ایک حیوان کی تناسخی صورت ہمیشہ دنیا میں رہے گی۔ اگر کہو کہ ان تمام حیوانات کا مجموعہ ابتداء سے چلا آتا ہے اور یہی دلیل ان کی آئندہ کے بقاء پر ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ دلیل تو ہمارے لئے ہے نہ تمہارے لئے۔ کیونکہ جبکہ بقول تمہارے کروڑ ہا برسوں بلکہ کروڑ ہا اربوں سے گائیاں زمین پر چلی آتی ہیں اور ایسا ہی گھوڑے اور ایسا ہی مرد اور عورتیں بھی۔ پس اگر محض تناسخ کے اتفاقی اسباب سے ان چیزوں کا وجود ہوتا تو کبھی نہ کبھی بہت سی چیزیں ان میں سے مفقود بھی ہو جاتیں اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ مرد ہی پیدا ہوتے یا محض عورتیں ہی پیدا ہوتیں۔ اب خلاصہ کلام یہ کہ آریوں کے عقیدۂ تناسخ کے رو سے ان کا پرمیشر اس دنیا کا مالک نہیں ٹھیر سکتا۔

یاد رہے کہ کوئی آریہ اپنی وید کی تعلیم کے رو سے نہیں کہہ سکتا کہ ارواح اور ذرات پرمیشر کی ملکیت ہیں اور وہ ان کا مالک ہے بلکہ آریوں کا اقرار ہے کہ پرمیشر روحوں کی طاقتوں اور قوتوں اور خواص میں دخل دینے سے بکلی قاصر اور عاجز ہے۔ کیونکہ پرمیشر ان کا خالق نہیں اور روحوں کی تمام طاقتیں اور قوتیں قدیم سے خود بخود ہیں اور ہر ایک روح اپنے وجود کا آپ ہی پرمیشر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ روحیں پرمیشر کے لئے ایک پیدا کردہ ملکیت کی طرح ہیں اور نہ پرمیشر کا ان پر مالکانہ اختیار نافذ ہے۔ ہاں حاکمانہ اختیار ہے یعنی حکام کی طرح ان کو اعمال کی جزا سزا دیتا رہتا ہے۔ پس اگر پرمیشر کو روحوں اور ذرات کی طرف کچھ نسبت ہے تو وہ صرف اس طور کی نسبت ہے جو ایک بادشاہ کو اپنی رعیت کی طرف ہوتی ہے لیکن مالکانہ رنگ میں پرمیشر کو روحوں اور ذرات سے کچھ بھی نسبت اور تعلق اور واسطہ نہیں ہے کیونکہ ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ پورے طور پر مالک وہ ہوتا ہے جو اپنی ملکیت پر پورا پورا اختیار رکھتا ہو مثلاً کسی کے پاس کسی قدر اپنی ملکیت کی زمین ہے تو وہ اختیار رکھتا ہے کہ چاہے تو اس زمین پر پاخانہ بناوے یا روٹی پکانے کی جگہ بناوے۔ پس مالک کے مقابل پر وہ جو اس کا مملوک ہے یعنی بندہ ہے کوئی حق پیش نہیں کرسکتا اور انصاف جوئی کی بناء پر کوئی اس سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد 23ص21)

رشتہ ناطہ سے متعلق
ضروری ہدایات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”جب بچیوں کے رشتے آتے ہیں تو زیادہ لٹکانا نہیں چاہئے بلکہ اگر دینداری کی تسلی ہوگئی ہے تو رشتہ کر دینا چاہئے اس طرح لڑکوں کو بھی آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ رشتہ کرتے وقت لڑکی کی ظاہری اور دنیاوی حالت کو نہ دیکھو۔ اس حیثیت کو نہ دیکھا کرو بلکہ یہ دیکھو کہ اس میں نیکی کتنی ہے۔“

حضور مزید فرماتے ہیں۔

”یہ شکایتیں اب بڑی عام ہونے لگ گئی ہیں کہ بچی نیک ہے۔ شریف ہے۔ با اخلاق ہے۔ پڑھی لکھی ہے۔ جماعتی کاموں میں حصہ بھی لیتی ہے لیکن شکل ذرا کم ہے یا قد اس کا دیکھنے والوں کے معیار کے مطابق نہیں ہے تو لوگ آتے ہیں دیکھتے ہیں اور چلے جاتے ہیں اس بارے میں پہلے بھی ایک دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ شکل اور قد کاٹھ تو تصویر اور معلومات کے ذریعہ سے بھی پتہ لگ سکتا ہے پھر گھر جا کر بچیوں کو دیکھنا اور ان کو تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس لئے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ان چیزوں کو نہ دیکھو۔ دینداری کو دیکھو۔“

(الفضل انٹرنیشنل 7 جنوری 2005ء)

(مرسلہ: نظارت رشتہ ناطہ)

دارالضیافت میں قربانی

بیرون ربوہ نیز بیرون پاکستان سے ایسے احباب جو جماعتی نظام کے تحت عید کے موقع پر مرکز سلسلہ میں قربانی کروانے کے خواہشمند ہوں وہ اپنی رقوم بتفصیل ذیل جلد از جلد خاکسار کو بھجوا دیں۔

1۔قربانی بکرا -/8000روپے
2۔قربانی حصہ گائے -/4000روپے

(نائب ناظر دارالضیافت ربوہ)

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

عالم روحانی کے لعل و جواہر نمبر 594

1865ء کی ایک پُرسوز دعا اور عالمی سطح پر اس کی حیرت انگیز قبولیت

1865ء میں حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ سیالکوٹ میں گوشہ نشین تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:۔

''میں اس وقت ایک گمنام آدمی تھا اور احد من الناس تھا اور میری کوئی عظمت اور عزت لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی..........اور شہر میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں''۔

(لیکچر سیالکوٹ صفحہ 50۔ 2نومبر 1904ء)

قیام سیالکوٹ ہی کے دوران آپ کو الہامی بشارت ہوئی کہ تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو پالے گا۔''

(ترجمہ از عربی اربعین نمبر 3 ص 29-30 مطبوعہ 1900ء)

اب دوربین نگاہ سے تقدیر ازلی کے اس عجوبۂ روزگار واقعہ پر غور کیجئے کہ ٹھیک 1865ء میں ہی حضرت میر سید ناصر نواب صاحب دہلوی (1846ء۔1924ء) کے ہاں حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کی ولادت ہوئی جس کے معاً بعد پورے خاندان پر گویا ابر رحمت چھا گیا۔ چنانچہ پہلی برکت یہ نازل ہوئی کہ حضرت نانا جان میر سید ناصر نواب صاحب کو اپنے والد معظم خواجہ سید ناصر امیر صاحب ناصری گنج دہلی کی جائیداد کا حصہ جس کے حصول میں پہلے ناکامی ہوئی تھی بغیر کسی سعی و جدوجہد کے فوراً مل گئی۔

(''نصرت جہاں بیگم'' حصہ اول صفحہ 174 از حضرت شیخ محمود احمد عرفانی اشاعت یکم دسمبر 1943ء مطبوعہ انتظامی پریس حیدرآباد دکن)

اس پس منظر میں اب حضرت میر صاحب کی 1865ء کی دعا کا ایک عظیم الشان اور روح پرور واقعہ سنئے۔ حضرت شیخ محمود احمد صاحب عرفانی کا بیان ہے کہ:۔

''حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے مجھے حضرت میر صاحب کی سیرت کا ایک عجیب واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ ایک زمانہ میں میں دکان کیا کرتا تھا۔ جس میں ناشتہ وغیرہ کے کیک، پیسٹری، سوڈا برف، دودھ وغیرہ ہوا کرتا تھا۔ کبھی کبھی حضرت میر صاحب میری دکان پر تشریف لایا کرتے اور جس چیز کی خواہش کرتے وہ پیش کردی جاتی۔ بھائی جی کا مذہب تو دراصل مذہب عشق تھا۔ ان کو حضرت مسیح موعود کے ساتھ سچا عشق تھا۔ اس عشق کی وجہ سے خاندان مسیح موعود کے ہر فرد سے عشق تھا اور ہے۔ چنانچہ میں نے دیکھا۔ کہ وہ بعض اوقات خاندان مسیح موعود کے چھوٹے چھوٹے نونہالوں کے ہاتھوں کو بوسہ دے دیا کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کو یہ اس درخت کے پھول اور پھل نظر آتے ہیں۔ جو ہمیشہ ان کی محبت کا نقطۂ مرکزیہ رہا۔ الغرض اسی محبت کی وجہ سے ان کو حضرت میر صاحب کا بڑا ادب اور پاس تھا اور محبت تھی۔ وہ خوشی سے لبریز ہو جایا کرتے تھے۔ جب کبھی حضرت میر صاحب دکان میں آتے اور اس خوشی میں ہر اچھی سے اچھی چیز اٹھا کر آگے رکھتے چلے جاتے۔ حضرت میر صاحب خود کھاتے اور کبھی اپنے دوستوں کو بھی کھلاتے اور کبھی کبھی موج میں آکر فرمادیا کرتے کہ:۔

''میاں عبدالرحمٰن! ہم اپنا حق سمجھ کر کھاتے ہیں اور یہ اس لئے کہ ہمارا اور آپ کا تعلق بڑھے۔''

بھائی جی فرماتے تھے۔ کہ اس سے یہ خیال نہیں کرنا چاہئے۔ کہ حضرت میر صاحب مفت کھاتے تھے۔ بے شک وہ اس وقت عام خریداروں کی طرح قیمت ادا نہ کرتے تھے۔ مگر جب تک وہ دگنی تگنی خدمت دوسرے رنگ میں نہیں کر لیتے تھے وہ مطمئن نہ ہوتے تھے۔

بھائی جی کے دل میں ایک سوال ہمیشہ گدگدی لیا کرتا تھا۔ وہ موقع کی تلاش میں تھے۔ ایک دن دکان میں تنہا ہی تھے۔ حضرت میر صاحب تشریف لے آئے۔ ان کی طبیعت اس وقت بہت خوش تھی۔ بھائی جی جو موقع کی تلاش میں تھے، نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر سوال کر دیا۔ حضرت! یہ مقام جو آپ کو حاصل ہوا اس میں کیا راز ہے۔ وہ کونسی بات تھی جو آپ کو اس جگہ پر لے آئی؟ حضرت میر صاحب کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ رقت ان کے گلے میں گلوگیر ہو گئی۔ مگر اس بھرائی آواز میں فرمایا:۔

''میرے ہاں جب یہ بلند اقبال لڑکی پیدا ہوئی۔ اس وقت میرا دل مرغ مذبوح کی طرح تڑپا اور میں پانی کی طرح بہہ کر آستانہ الٰہی پر گر گیا۔ میں نے اس وقت بہت درد اور سوز سے دعائیں کیں۔ کہ اے خدا! تو ہی اس کے لئے سب کام بنائیو۔ معلوم نہیں اس وقت کیسا قبولیت کا وقت تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بیٹی کے صدقے میں مجھے یہاں لے آیا۔''

یہ روح ہے۔ اس جواب کی۔ ممکن ہے الفاظ میں مرور ایام سے کچھ فرق پڑ گیا ہو۔

بھائی جی جب مجھے یہ واقعہ سنا رہے تھے۔ ان کے چہرے کی ایسی حالت تھی۔ گویا کہ وہ میر صاحب کو سامنے بیٹھے دیکھ رہے ہیں اور ان کی رقت قلب ان کے قلب پر اثر کر رہی تھی اور خود بھائی جی کی بھی اس وقت آواز بھرا آئی اور رقت سے آنکھیں لبریز تھیں۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اماں جان کی پیدائش کا واقعہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ اس وقت کوئی خاص گھڑی تھی۔ دعا کی قبولیت کا خاص وقت تھا۔ کیونکہ ایک بڑی پاکیزہ روح آسمان سے لائی جارہی تھی۔ ملائکہ زمین پر اترے ہوئے تھے۔ جو زمین کو اپنی برکتوں سے مالا مال کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت میر صاحب قبلہ حضرت اماں جان کے متعلق متواتر دعاؤں میں لگے رہے۔ کیونکہ حضرت اماں جان کی شادی سے قبل حضرت مسیح موعود کو یہی لکھا۔ کہ:۔

''دعا کرو۔ کہ خدا تعالیٰ مجھے نیک اور صالح داماد عطا کرے''۔

(''نصرت جہاں بیگم'' حصہ اول صفحہ 231-233)

ازاں بعد آپ 17 نومبر 1884ء کو امام الزماں کے عقد میں آئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی آغوش مبارک مبشر اولاد سے بھر گئی۔ جس کے بعد حضرت اقدس نے 13 مارچ 1906ء یعنی ایک صدی پیشتر عالم رویا میں دیکھا کہ:

''میر ناصر نواب صاحب اپنے ہاتھ پر ایک درخت رکھ کر لائے ہیں۔ جو پھلدار ہے اور جب مجھ کو دیا۔ تو وہ ایک بڑا درخت ہو گیا۔ جو بیدانہ توت کے درخت کے مشابہ تھا اور نہایت سبز تھا اور پھلوں اور پھولوں سے بھرا ہوا تھا اور پھل اس کے نہایت شیریں تھے اور عجیب تر یہ کہ پھول بھی شیریں تھے۔ مگر معمولی درختوں میں سے نہیں تھا۔ ایک ایسا درخت تھا۔ کہ کبھی دنیا میں نہیں دیکھا گیا میں اس درخت کے پھل اور پھول کھا رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔''

(بدر 16 مارچ 1906ء صفحہ 2 الحکم 17 مارچ 1906ء صفحہ 1)

حضرت میر ناصر نواب صاحب کی 1865ء کی دعا اور حضرت مسیح موعود کی خواب کی روشنی میں آج ایک صدی بعد اس عالمگیر اور پاکیزہ درخت کا مشاہدہ کریں جو حضرت اماں جاں کے مبارک وجود سے معرض وجود میں آچکا ہے اور جس کے بے شمار اور خوشنما پھلوں اور پھولوں سے ایک عالم میں بہار آ گئی ہے تو انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرت اقدس اماں جان کی زبان سے اللہ جلشانہٗ کا شکر بجالاتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

تخت پر شاہی کے ہے مجھ کو بٹھایا تو نے
دین و دنیا میں ہوا مجھ پہ ہے احساں تیرا
کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے جو یاں تیرا
آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا

☆☆☆

سفر سے واپسی

حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں جاتے اور وہاں دو رکعت نفل نماز پڑھتے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک حدیث نمبر:4066)

غزل

حسن چمک اور آب اسی سے
میری آنکھ کا زیور پانی

صبح کو مطلع صاف ہوا ہے
کھل کر برسا شب بھر پانی

پیار ہو سچا تو آتا ہے
پیاسے تک خود چل کر پانی

آنکھ سے ٹپکے قطرہ قطرہ
کر دیتا ہے پتھر پانی

صدیوں سے اک ساتھ ہیں دونوں
پیاسا شہر سمندر پانی

پھل اور پھول لگا دے مولیٰ
میں دیتی ہوں بھر بھر پانی

راحتِ جسم و جان و دل ہے
باعث رحمت اکثر پانی

لیکن نوحؑ کی قوم کا سوچو
کیا بن کر آیا تھا پانی

اپنے کئے پر جب بھی نظر ہو
ہو جاتی ہوں کٹ کر پانی

مولا ہم ہیں عاجز بندے
رحم کا برسا ہم پر پانی

ا۔ب۔ناصر

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

خطبہ نکاح از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرمودہ یکم مارچ 1916ء

خداتعالیٰ نے شادی کے متعلق ایسے قواعد بتادیئے ہیں جن سے انسان کوسچا اور مخلص دوست مل جاتا ہے

نکاح کا اصل مدعا اور غرض اتحاد پیدا کرنا اور ایک دوسرے کی ترقی کے لئے مددگار پیدا کرنا ہے

دین حق نے مرداورعورت کے فوائدکوایک دوسرے سے ایسا متحد کردیا ہے کہ ان میں سوائے دوستی اور محبت کے اور کچھ نہیں ہوسکتا

انسان کی ترقی اوراس کا اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جانا بہت کچھ ایک دوسرے کی مدد اور تائید پر منحصر ہے۔ اگر دنیا میں انسان ایک دوسرے کے مددگار اور معاون نہ ہوں تو ضروری ہے کہ بہت سی کامیابیاں حاصل کرنے سے محروم رہ جائیں اور جس طرح حیوانات کی زندگی ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی بھی ہوجائے۔ جتنے بڑے کاموں کی طرف انسان متوجہ ہوتا ہے۔ اتنے ہی بڑے مصائب اور مشکلات اسے پیش آتی ہیں۔

اس میں کیا شک ہے کہ جو شخص سہ منزلہ مکان پر چڑھے گا۔ وہ زیادہ تھکے گا اور جو سطح زمین پر کی منزل پر رہے گا وہ نہیں تھکے گا۔ قطب صاحب کی لاٹھ پر چڑھنے والوں کو دیکھا ہے۔ کہ اچھے مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں ۔مگر ہانپ جاتے ہیں۔ تو جتنا کوئی بلند مقام پر چڑھے گا اتنا ہی بلند حوصلہ اور بلند ہمت اور پوری کوشش سے محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ چونکہ انسان اور حیوان کی زندگی کا مقصد ایک نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان کی کوششوں اور محنتوں میں بھی فرق ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سی مخلوق پر فضیلت دی ہے اور اس کے لئے ترقیات کے راستوں کو بہت وسیع کر دیا ہے اور بڑے بڑے مدارج بنا دیئے ہیں حتیٰ کہ اللہ کا محبوب بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اور درجہ دے دیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی نسبت خداتعالیٰ فرماتا ہے (۔) لوگوں سے کہہ دو۔ کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو۔ تو میری اتباع کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اللہ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا تو ایک انسان کا درجہ اتنا بلند ہے۔ کہ نہ صرف وہ خدا کا محبوب ہے۔ بلکہ جو اس کا غلام ہو وہ بھی خدا کا محبوب بن جاتا ہے۔

پس اس بلندی کے حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت اور کوشش اور بہت سی قربانیوں بڑے خطرات و تفکرات سے سامنا کرنا پڑتا ہے جس طرح بڑی جنگ کے وقت ایک جرنیل کو بہت ہوشیار رہنا پڑتا ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کے رستہ میں جو جنگ کرنی پڑتی ہے۔ اس کے لئے بھی بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی اس میں ہوشیار نہ رہے۔ تو قدم قدم پر ایسی ٹھوکر لگتی ہے کہ چکنا چور کر دیتی ہے۔

پھر جہاں خطرہ، خوف، مصائب اور تکالیف زیادہ ہوں۔ وہاں تعاون، مدد اور نصرت کی بھی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتو اکثر موقعہ پر قدم لڑکھڑا جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر ایک انسان کے لئے کوئی نہ کوئی مددگار ہو اور مددگار بھی ایسا جس پر پورا بھروسہ اور اطمینان رکھا جاسکے۔

لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ ہر ایک انسان سمجھ نہیں سکتا کہ میرے وہ کون سے دوست اور عزیز ایسے ہیں جن پر میں اس بات کا بھروسہ رکھ سکوں۔ کہ مشکلات کے وقت میری مدد کریں گے۔ کیونکہ سوائے اخلاص کے مدد ہو ہی نہیں سکتی۔ بہت لوگ ہیں۔ جو اپنے لئے دوستوں کو چنتے ہیں مگر وہ ان کے دشمن نکل آتے ہیں۔ بہت لوگ ہیں۔ جو بعض کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور وہ بظاہر دوست ہی معلوم ہوتے ہیں۔ مگر دراصل وہ دشمن ہوتے ہیں یا اگر وہ اپنی طرف سے دشمنی نہ بھی کریں لیکن وہ ایسے رنگ میں مدد دیتے ہیں کہ ان کی دوستی دشمنی ثابت ہوجاتی ہے۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ جس کو دوست سمجھا جاتا ہے۔ وہ دوست ہوتا ہی نہیں۔ دشمن ہوتا ہے۔ یا پہلے تو دوست ہی ہوتا ہے۔ مگر مصیبت کے وقت الگ ہوجاتا ہے۔ کہ اس کے لئے میں اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالوں ۔ یا مصیبت کے وقت بھی دوست ہی ہوتا ہے اور مدد بھی کرتا ہے۔ مگر اس کی مدد بجائے اس کو کوئی فائدہ پہنچائے۔ الٹی مصیبت کے بڑھانے کا کام کرتی ہے۔ اس لئے کسی دوست کے اور مددگار کا انتخاب کرنا بہت مشکل بات ہے لیکن وہ مشکلات جو انسانی زندگی کے رستہ میں حائل ہیں۔ ان پر غالب آنا اور انہیں ہٹا دینا اس وقت تک ناممکن ہے جب کہ کسی دوسرے کی نصرت اور مدد شامل نہ ہو۔ اس لئے کسی کو مددگار بنانا بھی ضروری ہے۔ ورنہ انسان ہلاکت سے نہیں بچ سکتا۔

چونکہ خداتعالیٰ ہی ایک ایسی ہستی ہے۔ جو غیب کی باتوں کو جاننے والی ہے اور انسان کے متعلق ہر ایک بات کو جانتی ہے۔ اس لئے اس کا حق اور اسی سے ممکن ہے کہ وہ انسان کو اس ہلاکت سے بچانے کی کوئی تدبیر بتائے۔

(دین حق) میں جو نکاح کا مسئلہ رکھا گیا ہے۔ یہ بھی ان تدابیر میں سے ایک تدبیر ہے۔ جو ہلاکت اور تباہی سے بچاتی ہیں اور انسان کو سچا دوست اور مخلص مددگار مہیا کردیتی ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں بیوی کے متعلق آیا ہے۔ کہ لتسکنوا الیہ یعنی انسان کو جو مصائب اور تکالیف آتی ہیں اور جن کی وجہ سے قریب ہوتا ہے کہ وہ ہمت ہار دے۔ اس وقت بیوی اس کی مددگار اور آرام کا باعث ہوتی ہے اور اس کی ہمت بڑھانے والی ہوتی ہے۔ اسی صحت کے ماتحت خداتعالیٰ نے نکاح کو رکھا ہے اور اس کے لئے ایسی خواہشیں اور جذبات اور طاقتیں انسان کے اندر رکھ دی گئی ہیں کہ یہ مجبور ہے کہ کوئی ایسا ساتھی پیدا ہو۔ وہ لوگ تو الگ رہے جنہوں نے اپنی زندگیاں خداتعالیٰ کے لئے صرف کر دیں اور جن کا کھانا، پینا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا، نکاح کرنا وغیرہ سب کچھ خدا کے لئے تھا۔ دوسرے لوگ بھی اس بات کے لئے مجبور ہیں کہ نکاح کریں یعنی انہیں یہی جذبات مجبور کرتے ہیں۔ گویا اس رنگ میں خداتعالیٰ نے انسان کو نکاح کرنے کے لئے مجبور کردیا۔ ممکن تھا کہ اگر یہ جذبات اس رنگ میں خدا نے پیدا نہ کئے ہوتے تو بہت سے لوگ کہتے۔ کہ اس بات کی کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم دنیا کی دوڑ میں ایک اور کو ساتھ ملا کر اپنی رفتار کو سست کریں۔ لیکن خدا نے مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے اب کوئی نادان ہی جو ایسا کہے۔

(دین حق) میں خداتعالیٰ نے شادی کے متعلق ایسے قواعد بتا دیئے ہیں کہ ان پر کاربند ہونے سے انسان کو سچا دوست اور مخلص ہوگا۔ مل جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں۔ جو مرد کی سخت دشمن ہوتی ہیں اور انہیں تباہ کردیتی ہیں۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بہت سی عورتیں خاوندوں کی اور مرد عورتوں کی سچی مددگار ہوتی ہیں۔ گو بعض غلطیوں اور بدعہدیوں کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے بدظن ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بیرونی عوارض اور اسباب ہیں ورنہ میاں بیوی کا تعلق ایسا ہے۔ کہ 90 فیصدی مرد و عورت کے تعلقات اچھے ہوتے ہیں اور اس اچھا ہونے کی ایک وجہ ہے۔

ایک وجہ ہے اور وہ یہ میں چونکہ (دینی) نکاح کے متعلق گفتگو کررہا ہوں اس لئے (دین حق) نے جو اس کی وجہ بتائی ہے۔ وہی بیان کروں گا کہ (دین حق) نے مرد کے فوائد کو عورت کے فوائد سے اور عورت کے فوائد کو مرد کے فوائد سے ایسا متحد کر دیا ہے۔ کہ ان میں سوائے دوستی اور محبت کے اور کچھ نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ دوستی اور محبت اور پیار کا اصل۔ فوائد کا متحد ہونا ہے۔ جس قدر بھی تعلقات اور دوستیاں ہیں۔ ان سب کی اصلیت یہی ہے۔ ابن عربی لکھتے ہیں۔ کہ میں نے ایک جگہ ایک کوا اور ایک کبوتر بیٹھے دیکھے میں نے خیال کیا۔ کہ یہ کیوں اکٹھے بیٹھے ہیں۔ ان میں اتحاد کی وجہ کیا ہے۔ اس بات کے معلوم کرنے کے لئے میں وہاں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد جو دونوں چلے تو معلوم ہوا۔ کہ دونوں لنگڑے ہیں۔ گویا ان کے اشتراک کی وجہ لنگڑا ہونا تھا۔ تو جتنا جتنا اشتراک کسی میں ہوتا ہے۔ اتنا ہی ان کا آپس میں تعلق مضبوط ہوتا ہے کیونکہ فوائد کے اشتراک پر اتحاد کی بنیاد ہوتی ہے خداتعالیٰ نے مرد اور عورت کے تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے یہ تجویز فرمائی ہے۔ کہ ان کے فوائد کو متحد کردیا ہے اس لئے یہ ایسا جوڑ اور ایسے شرائط کے ماتحت ہے کہ اس کو کوئی جدا نہیں کرسکتا۔ خداتعالیٰ نے مرد کو عورت کا ذمہ دار بنایا ہے اور عورت کو مرد کا ذمہ دار اور دونوں کو ایک دوسرے کی عزت مرتبہ، رتبہ، مال، و دولت آرام و آزمائش میں شریک بنایا ہے۔ اس لئے جس قدر مرد کا رتبہ اور عزت وغیرہ بڑھتی جائے گی۔ اسی قدر عورت کی بڑھے گی۔ ایک کی ترقی دوسرے کی ترقی ہے اور ایک کا تنزل دوسرے کا تنزل۔ ایک کا نقصان دوسرے کا نقصان ہے اور دوسرے کا نقصان ایک کا۔ مثلاً مرد کے بیمار ہونے سے جو نقصان ہوگا۔ وہ نہ صرف اسی کا ہوگا بلکہ اس کی عورت کا بھی ہوگا۔ اسی طرح اگر عورت کسی تکلیف میں مبتلا ہوگی۔ تو اس تکلیف کا اثر مرد تک بھی پہنچے گا۔ کیونکہ عورت مرد کا ایسا تعلق اور اتحاد ہے۔ کہ دونوں کے فوائد اور نقصان ایک ہوگئے ہیں اور یہ ایک زبردست اتحاد ہے جس کو کوئی توڑ نہیں سکتا۔ سوائے بیرونی بواعث اور خارجی اثرات کے۔

اصل میں خداتعالیٰ نے مرد عورت کے فوائد کا ایسا اشتراک رکھا ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے سے سچی محبت کرنے کے لئے مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہاں کچھ بیرونی روکیں رہ جاتی ہیں۔ لیکن ان کے دور کرنے کے بھی خداتعالیٰ نے تدابیر بتا دی ہیں۔ یہ آیات جو نکاح کے موقعہ پر پڑھی۔ آنحضرت ﷺ نے مقرر فرمائے ہیں۔ ان میں انہیں تدابیر کا ذکر ہے۔

ہندوستان میں جو نکاح ہوتے ہیں۔ ان میں ایک بہت بری بات یہ ہوتی ہے۔ کہ جھوٹا مہر مقرر کرتے ہیں۔ پانچ دس روپیہ کی تو آمدنی نہیں ہوتی۔ مگر مہر پندرہ لاکھ اشرفی دس ہاتھی۔ پانچ گاؤں وغیرہ وغیرہ باندھتے ہیں۔

پھر لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی والوں کی نکاح سے پہلے بڑی منت خوشامد کی جاتی ہے اور اپنے آپ کو ان کا غلام قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لڑکی والوں کو یہ کہا جاتا ہے۔ کہ ہمارے لڑکے کو اپنی غلامی میں لے لو۔ یا یہ کہ لڑکا کہتا ہے مجھے اپنی غلامی میں لے لو۔ لیکن جب شادی

ہو جاتی ہے۔ تو کسی کو گالی کے طور پر سسرا کہتے ہیں۔ گویا جس وقت شادی نہیں ہوئی تھی اس وقت تو غلام تھا۔ مگر جب شادی ہو گئی تو سسرا گالی بن گئی پہلے آقا تھا۔ مگر جب لڑکی بیاہ دی تو بدترین شخص ہو گیا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر لڑکی والے کہتے ہیں۔ کہ ہماری لڑکی چاند کی طرح ہے۔ چاند میں داغ ہو تو ہو مگر ہماری لڑکی میں نہیں ہے۔ علم و عقل میں یکتائے۔ روزگار ہے۔ غرضیکہ بہت کچھ جھوٹ بولتے ہیں۔ لیکن جب شادی ہو جاتی ہے۔ تو لڑکی میں یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ خاوند دیکھتا ہے کہ نہ چاند ہے۔ نہ سورج تو اس کا دل خراب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو نقشہ اس نے اپنا دل میں جمایا ہوتا ہے۔ وہ نہیں ہوتا یہ ایک درست بات ہے۔ کہ دل میں کسی چیز کا جو نقشہ قائم کر لیا جائے۔ اگر وہ پورا نہ نکلے۔ تو خواہ وہ چیز اچھی ہو۔ تو بھی بری معلوم ہوتی ہے۔ بعض لوگ قادیان کے رہنے والوں کی نسبت عجیب عجیب خیالات اپنے دل میں رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہاں کے سب لوگ فرشتوں کی طرح ہوں گے۔ دنیا کا کام نہیں کرتے ہوں گے۔ ہر وقت عبادت میں لگے رہتے ہوں گے لیکن ایسے لوگ جب خود یہاں آتے ہیں اور اپنے خیال کے مطابق لوگوں کو نہیں پاتے۔ تو بہت کبیدہ خاطر ہو کر جاتے ہیں۔ ایک دفعہ یہاں ایک شخص آیا۔ حضرت مسیح موعود مغرب کی نماز پڑھ کر (بیت) میں ہی بیٹھا کرتے تھے۔ اس لئے لوگ آپ کے قریب بیٹھنے کے شوق میں پروانہ وار آگے بڑھتے اور ہجوم کر لیتے۔ اس طرح کرنے سے اس شخص کو کسی کی کہنی لگ گئی۔ تو بڑا ناراض ہوا اور کہنے لگا۔ کیا اسی قسم کے احمدی ہوتے ہیں۔ ناراض ہو کر چلا گیا۔ چونکہ اس نے اپنے ذہن میں کوئی عجیب قسم کا نقشہ جمایا ہوا ہوگا۔ اس لئے اسے اس معمولی سی بات سے ابتلاء آ گیا۔

آنحضرت ﷺ کی نسبت قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تو کھاتا پیتا اور بازاروں میں ہماری طرح ہی چلتا پھرتا ہے۔ کیا یہ رسول ہو سکتا ہے۔ انہوں نے رسول کی نسبت یہ خیال کیا ہوا تھا۔ کہ وہ انسانوں کی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا نہیں ہوگا۔ اس لئے انہیں آنحضرت ﷺ کے پہچاننے کی توفیق نہ ملی۔ تو جو نقشہ کھینچا جائے وہ اگر پورا نہ ہو۔ تو اصل چیز کی جو قدر ہوتی ہے۔ وہ بھی نہیں رہتی۔ وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کا غلط نقشہ اپنے دلوں میں نہیں جمایا ہوا تھا۔ انہوں نے جب آپ کو دیکھا۔ تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور بے اختیار سبحان اللہ پکار اٹھے۔

مگر نقشہ بنانے والے محروم ہی رہے۔ تو کسی چیز کا غلط نقشہ سمجھ لینا بڑی خرابی پیدا کرتا ہے۔ مرد و عورت کے تعلقات میں جو بیرونی اسباب اختلاف پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک جھوٹ بھی ہے اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے قولوا قولا سدیدا پکی اور سچی بات کہنی چاہئے۔ کبھی کوئی بات ایسی نہ ہو جو فساد کا موجب ہو۔ اگر اس بات کو مدنظر رکھا جائے تو شادی بیاہ کے متعلق نصف لڑائیاں اسی سے رک جائیں۔

اس کے علاوہ بہت سے فساد اس رنگ میں ہوتے ہیں کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ دوسرے چھوٹے درجہ کے ہیں اور ہم بڑے درجہ کے۔ پہلے تو تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ لیکن بعد میں انہیں اپنے خاندان یا امارت وغیرہ کا خیال آتا ہے۔ اور اس طرح لڑائی جھگڑے شروع ہوتے ہیں۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے (۔) اے لوگو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ تم سب کو ہم نے ایک جان سے پیدا کیا ہے۔ پس اگر کسی کو کسی وجہ سے بڑائی حاصل ہو گئی ہے۔ تو وہ عارضی ہے۔ اصل میں تم سب ایک ہی ہو۔ اس بات کو سمجھنے کے بعد ہر ایک کو معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اگر میاں کسی خاندانی یا دنیوی لحاظ سے بیوی سے بڑا ہے۔ تو عارضی بڑائی رکھتا ہے۔ اسی طرح اگر بیوی کسی لحاظ سے افضل ہے۔ تو وہ بھی عارضی ہے۔ اصل میں دونوں ایک ہی طرح کے ہیں۔ دوسرے میاں جس قدر بڑا اور اعلیٰ درجہ رکھتا ہے۔ بیوی کا بھی اتنا ہی مرتبہ بڑھتا ہے اور بیوی جو صفت رکھتی ہے۔ خاوند کو اس سے فائدہ ہے۔ اس لئے خاوند کی بڑائی بیوی کی بڑائی ہے اور بیوی کی بڑائی خاوند کی۔ یہ بات سمجھنے سے بہت سی خرابیوں کا انسداد ہو جاتا ہے۔

پھر ایک بات یہ ہوتی ہے۔ کہ جلد بازی سے رشتہ کر لیا جاتا ہے۔ جس میں کئی قسم کے نقص نکل آتے ہیں۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے فرمایا (۔) کہ سوچ سمجھ کر کیا کرو۔ اس کے بعد فرمایا۔ کہ اگر باوجود تمہارے ان سب باتوں کی احتیاط کرنے کے کوئی نقص اور عیب رہ جائے۔ تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ وہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ اگر ان میں کوئی نقص ہوا۔ تو وہ دور کر دے گا۔

یہ باتیں خدا تعالیٰ نے ایسی بتائی ہیں کہ ان پر عمل کرنے سے کسی گھر میں نا اتفاقی اور رنجشیں نہیں پیدا ہو سکتی۔

چونکہ نکاح کا اصل مدعا اور غرض اتحاد پیدا کرنا اور ایک دوسرے کی ترقی کے لئے مددگار پیدا کرنا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے مرد کو عورت کا اور عورت کو مرد کا مددگار بنا دیا اور اس طرح انسان کی روحانی اور جسمانی ترقیات کے اسباب مہیا کر دئے۔ میں نے پہلے بتایا ہے کہ کوئی ترقی نہیں حاصل ہو سکتی مگر محنت سے اور کوئی محنت نہیں ہو سکتی۔ مگر قربانیاں کرنے سے اور کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔ مگر سچا دوست اور کوئی سچا دوست نہیں ہو سکتا مگر اشتراک فوائد سے اس اشتراک کے لئے خدا نے مرد و عورت میں جذبات رکھ دیئے اور انہیں مجبور کر دیا ہے۔ کہ مرد کے لئے بیوی اور بیوی کے لئے مرد ہو۔ تو خدا تعالیٰ نے انسانی ترقی کا یہ ایک نہایت اعلیٰ قانون بنایا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں جو اس کو مدنظر رکھتے ہیں۔ غیر احمدیوں میں اس طرح ہوتا ہے۔ کہ مولوی یا ملاں آیات کو پڑھ دیتا ہے اور عورت مرد کی زبان سے کچھ کلمات کہلا لیتا ہے۔ لیکن خود بھی نہیں سمجھتا کہ میں کیا کہلا رہا ہوں۔ الحمد للہ کہ احمدی جماعت میں یہ بات نہیں۔ پس احمدی جماعت کو ان خطبات سے فائدہ اٹھانا اور نکاح کے اصل مقصد کو زیر نظر رکھتے ہوئے کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ جب غرض فوت ہو جائے۔ تو وہ کام بجائے ثواب کے موجب عقاب بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسا بننے کی توفیق عطا فرمائے کہ اس کا ہر فعل کتاب و سنت کے مطابق اور ان فوائد کو حاصل کرنے والا ہو۔ جن کے لئے وہ امر دیا گیا۔

(الفضل قادیان 7 مارچ 1916ء)

مکرم راجہ نعمان احمد خان صاحب

تحقیق کی ضرورت اور اہمیت

انسان ہمیشہ سے اسی تگ و دو میں رہا ہے کہ وہ یہ جان سکے کہ اُس کا اور اُس کے گرد و نواح کا مقصد پیدائش و تخلیق اور باہمی رشتہ کیا ہے اور کس طرح انسان اور اُس کا ماحول ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ عمومی طور پر اِس کے جوابات کی طرف رسائی موجودہ سائنس کے اخذ کیے ہوئے علم سے دستیاب ہوتی ہے۔ مگر کیا صرف سائنس کا اخذ شدہ علم ہی ان سوالات کے جواب میں کافی ہے کیونکہ سائنسی طریقہ جات میں علوم کی بنیاد ہستی باری تعالیٰ کے مکمل و مفصل اقرار سے شروع نہیں ہوتی؟

جب کبھی کبھار سائنسی اسلوبِ فکر پر آگے بڑھتے ہوئے کوئی ایسا علم اَخذ ہو جائے جس کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہو تو فوراً بازگشت سنائی دینے لگ پڑتی ہے کہ دیکھا! اِس کا ذکر تو قرآنِ مجید میں آج سے 1400 سال پہلے سے موجود ہے۔ مگر اِس سے یہ حقیقت قطعاً نہیں بدلتی کہ وہ لوگ جو توحید کے بھی منکر ہیں اور قرآنِ پاک کو بطور الہامی کتاب بھی نہیں مانتے، وہ مسلسل علم کو کھوجتے ہوئے اُن سچائیوں تک پہنچتے رہیں جو حقیقت میں سچائیاں ہیں اور جن لوگوں کے پاس قرآن مجید جیسی اعلیٰ و افضل ترین الہامی کتاب ہے وہ اس انتظار میں بیٹھے رہیں کہ کب کوئی غیر اُٹھ کر ایسی بات کرے جس سے قرآن کی سچائی ثابت ہو اور ہم اِس پر خوشیاں منائیں اور اسی خوشی میں غیروں کی وہ باتیں بھی مان لیں جن کی قرآنی تعلیم سے دور دور تک کوئی موافقت نہیں ہے۔ مثلاً آج دنیا کا سارا اقتصادی نظام سود پر رائج ہے۔

ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

تان یہیں آکر ٹوٹتی ہے کہ آخر اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

اِس کا ایک بہت سیدھا سادھا سا حل یہ ہے کہ قرآنی اسلوبِ فکر کو رواج دیتے ہوئے قرآن پاک سے علوم اَخذ کیے جائیں اور ہستی باری تعالیٰ کو مدِنظر رکھ کر اخلاقی حدود و قیود کے اندر رہتے ہوئے اُن پر غور و فکر کی جائے، اور یوں بھی آگے بڑھنے کے راستوں کو کھوجا جائے۔ کائنات میں ہستی باری تعالیٰ کا پتا صفاتِ باری تعالیٰ سے چلتا ہے اور صفاتِ الٰہیہ کا ادراک خالقِ حقیقی کے ساتھ تعلق سے وابستہ ہے۔ اِخلاقی حدود و قیود کے بارے میں یعنی خُلق کے بارے میں ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' بتاتی ہے کہ وہ طبعی حالات و جذبات جو موقع محل کی مناسبت سے عقل اور معرفت کے صلاح اور مشورے سے صادر ہوں خُلق میں شامل ہیں۔ دعا اور اتباعِ الٰہی سے معرفت ملنا شروع ہو جاتی ہے۔ تجربہ اور شعور و لاشعور میں اکٹھی ہوئی ہوئی سوچوں کا نچوڑ عقل کہلاتی ہے۔

تحقیق کا یہ کام اب اِس لیے بھی ضروری ہے تا کہ نظام کائنات کو سمجھا اور سیکھا جا سکے، کیونکہ ہر نئی ٹیکنالوجی انسان نے کائنات میں موجود نظاموں کو اپنے احساسات پر اُجاگر کر کے اور پھر اُن کی نقل کر کے ہی بنائی ہے۔ پہلے سمجھنا ضروری ہے، پھر سیکھنا اور پھر سب کو سکھانا۔ بے شک اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔

درست علم و حکمت کے ماخذ سے غلبہ خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ علم و حکمت کو حاصل کرنے کے لیے یقین کی قوت ضروری ہوتی ہے۔ یقین تسلسل خیالات سے بنتا ہے اور بہت مضبوط قوت کی شکل میں ڈھل جاتا ہے۔ تسلسلِ خیالات توجہ سے ارتکاز پاتے ہیں۔ توجہ عموماً حواسوں پر ظاہر ہونے والی اشیاء کے نتیجہ میں بیدار ہوتی ہے اور ہمہ وقت حواسوں پر آشکار ہونے والی اشیاء کا تعین انسان نے خود کرنا ہوتا ہے کیونکہ اسی نے علم میں ڈھلنا ہے اور علم سے ہے افعال صادر ہونے ہیں اور انہی افعال نے ہی آپ کا تجربہ بھی بننا ہے اور اسی تجربے نے ہی شعور و لاشعور میں منقسم ہو کر انہیں سوچوں سے بھرنا ہے۔

''اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے''۔

(سورۃ النجم، آیت نمبر 40)

مصالح العرب۔عرب اور احمدیت

محمد طاہر ندیم صاحب۔عربی ڈیسک یو۔کے

قسط ششم

بیت المقدس میں

حضرت مصلح موعود اپنے وفد کے ساتھ مصر سے بذریعہ ریل یکم اگست 1924 کو بیت المقدس سٹیشن پر پہنچے جہاں ایک مجاور خوش وضع مولوی قطع جبہ پوش جس کو کسی طرح سے حضور کا نام پہنچ گیا تھا (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد) ایک کاغذ پر لکھا ہوا لئے پوچھتا پھرتا تھا۔آخر تلاش کرکے ملا اور عرض معروض کرتا رہا کہ حضور میرے غریب خانہ پر ٹھہریں میں خدمت کرنا چاہتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔مگر حضور یروشلم کے نیو گرانڈ ہوٹل میں فروکش ہوئے۔ کھانے اور نمازوں سے فارغ ہوکر حضور موٹر کے ذریعہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی قبر پر تشریف لے گئے جو اس جگہ سے 25 میل کے فاصلہ پر واقع ہے جہاں حضرت اسحاقؑ، حضرت سارہ، حضرت اسحاقؑ کی بیویوں کی اور حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ کی قبور ہیں اور وہاں مسجد بھی ہے۔حضور نے حضرت ابراہیمؑ کے مقبرہ پر لمبی دعائیں کیں۔ حضور شام کی نماز کے بعد یہاں سے واپس تشریف لائے۔

القدس کی زیارت

بیت المقدس کو یروشلم، القدس، یا صرف قدس بھی کہا جاتا ہے اور مقامی طور پر اس مقام کو حرم شریف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔حرم شریف کے اندر مختلف مقامات حضور کو دکھائے گئے۔ وہ صخرہ (پتھر) بھی دیکھا جس پر ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور دوسرے تمام انبیاء نے قربانیاں کیں نیز وہ تمام باتیں حضور کو بتائی گئیں جو بطور روایات اس مقام سے متعلق چلی آرہی ہیں۔حضور نے حنفی مصلّی پر دو رکعت نماز ادا کرکے لمبی دعائیں کیں۔

مفتی بیت المقدس کی حضور سے ملاقات

2/اگست کو مفتی بیت المقدس کے مکان پر حضور کی چائے کے لئے دعوت تھی جو یہاں کی سپریم کونسل کا صدر ہے۔چائے پر بڑے بڑے آدمی مدعو تھے چائے پر مذہبی گفتگو اور سلسلہ کے حالات پر بھی بحث رہی۔

حضرت عیسیٰؑ کی یادگاریں

القدس میں قیام کے دوران حضور انور اس مقام کو دیکھنے کے لئے بھی تشریف لے گئے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بطور ملزم پیش کیا گیا تھا اور جہاں ان پر فردِ جرم لگایا گیا اور جہاں ان کو فیصلہ سنایا گیا تھا اور جہاں پیلاطوس نے ان کے خون سے ہاتھ دھوئے تھے۔علاوہ ازیں حضور نے اس مقام کو بھی دیکھا جہاں حضرت عیسیٰ نے اپنی صلیب آپ اُٹھائی تھی اور چودہ مقامات پر بے ہوش ہوہو کر کھڑے ہوتے تھے اور پھر گر جاتے تھے اور جہاں ان کی والدہ ان کو ملنے آئی اور جہاں آخر ان کو صلیب دیا گیا تھا ان کا لاشہ رکھ کر معطر کیا گیا تھا نیز وہ قبر بھی دیکھی جس میں تین دن رہے تھے اور وہ پتھر بھی دیکھا جو قبر کے دروازہ سے ہٹایا گیا تھا۔وہ ابھی تک وہاں کھڑا کیا ہوا ہے۔

حیفا میں ورود

4/اگست کو حضور انور معہ وفد حیفا کے سٹیشن پر پہنچے۔حضور گرانڈ ہوٹل نصار میں تشریف لے گئے جو سمندر کے کنارے بہت ہی خوبصورت مقام پر واقع تھا۔

❁......صبح ناشتہ وغیرہ کے بعد گھوڑا گاڑیوں پر بیٹھ کر شہر کی سیر کو نکلے۔حضور کی گاڑی کا ڈرائیور پڑھا لکھا بلکہ مولوی آدمی تھا۔حضور نے اس کو دعوت الی اللہ شروع کردی اور وہ خاصے سوال و جواب کرتا رہا۔

❁......تھوڑی دور جا کر حیفا کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی کوٹھی آگئی حضرت صاحب نے مولوی عبدالرحیم صاحب درد کو اس سے ملاقات کرنے کو بھیجا۔ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اچھا خلیق آدمی تھا۔محبت اور اخلاق سے پیش آیا اور حضرت کا نام سن کر کہا کہ سفر لمبا ہے راستہ میں شاید کوئی سامان نہ ملے لہٰذا میں کچھ فروٹ منگاتا ہوں آپ میری طرف سے ہز ہولی نس (His Holiness) کے پیش کردیں سفر میں آرام ہوگا مگر مولوی صاحب نے شکریہ کے ساتھ معذرت کی۔

❁......ایک مقام پر ایک مکان کے اوپر لکھا ہوا تھا ''عبدالبہاعباس''۔حضرت اقدس کو چونکہ رات ہی رپورٹ پہنچ چکی تھی کہ حیفا میں بہائی لوگ موجود ہیں اور یہ کہ شوقی آفندی جو اس وقت بہائیوں کے ایک حصہ کا خلیفہ مانا جاتا ہے وہ عکہ سے نکل کر حیفا میں آگیا ہے اس لئے حضرت کے حکم سے مولوی عبدالرحیم صاحب درد، صاحبزادہ حضرت میاں شریف احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب شوقی کے مکان پر گئے۔ان کے نوکر سے معلوم کیا۔نوکر نے بتایا کہ شوقی آفندی یہاں موجود نہیں سوئٹزرلینڈ میں گیا ہوا ہے اور کہ اس کا باپ یہاں موجود ہے اس کو اطلاع کئے دیتا ہوں۔اتنے میں دو چار چھوٹے چھوٹے بچے اور ایک لڑکی پندرہ سولہ برس کی آگئے اور محبت سے ملنے لگے۔ان میں ایک لڑکا شوقی صاحب کا بھائی اور دوسرا سالا تھا۔ جب شوقی آفندی کا والد کچھ انتظار کے بعد باہر نہ آیا تو احباب واپس آگئے۔لیکن بعد میں شاید جب شوقی صاحب کے والد کو علم ہوا کہ یہ کون لوگ تھے تو وہ جلدی جلدی ملاقات کرنے کو سٹیشن پر آیا مگر حضرت اقدس چونکہ پہلے ہوٹل کو گئے ہوئے تھے جہاں سے سامان لیا اور پھر سٹیشن پر تشریف لائے لہٰذا شوقی صاحب کے والد صاحب مولوی عبدالرحیم صاحب درد سے ملے اور پوچھا کہ کیا آپ ہمارے مکان پر گئے تھے؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں مگر کوئی بات نہ ہوسکی کیونکہ گاڑی چلنے میں بہت تھوڑا وقت تھا بمشکل سامان پہنچا کر ٹکٹ لیا گیا۔اور وفد گاڑی پر سوار ہوکر جلدی حیفا سے رخصت ہوگیا۔

بیت المقدس سے دمشق

5/اگست 1924ء کی شام حضور انور کا اپنے قافلہ کے ساتھ دمشق میں ورود مسعود ہوا۔اگلی صبح حضور انور نے اہل دمشق کے نام ایک پیغام لکھنا شروع کیا جو حضور کی تحریر کے مطابق فل سکیپ کاغذ کے 16 کالموں پر حضور نے ختم فرمایا۔ فارم بیعت بھی ساتھ لگایا اور شیخ صاحب مصری کو ترجمہ کرنے کی غرض سے دیا۔ یہ پیغام کمپوز ہوکر چھپنے کے لئے پریس میں ارسال کیا تو معلوم ہوا کہ اس کے طبع کروانے کے لئے پہلے پریس برانچ کے افسروں سے اجازت لینی لازمی ہے۔حضور نے دمشق کے گورنر حقی بیگ کے پاس جا کر معاملہ عرض کرنے کا حکم دیا۔حقی بیگ نے کہا کہ مفتی صاحب اجازت دیں گے تب شائع ہو سکے گا۔مفتی صاحب نے دیکھ کر کہا مضمون مذہبی ہے مگر میں اس کو دو تین دن میں پڑھ سکوں گا اور پڑھنے کے بعد فیصلہ دوں گا۔ بہرحال اسے پڑھ کر مفتی نے کہا کہ یہ ہمارے مسلمہ عقائد کے خلاف ہے لہٰذا اس کی اشاعت کی میں اجازت نہیں دوں گا۔ گورنر حقی بیگ (پاشا) نے بھی آخر کہہ دیا کہ میں کیا کرسکتا ہوں جب مفتی جو اس صیغہ کا افسر ہے اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دیتا کچھ ہو نہیں سکتا حتّٰی کہ یہ بھی کہہ دیا کہ اس صورت میں اخبارات میں بھی اس مضمون کی اشاعت ناممکن ہے۔ یوں یہ پیغام چھپ کر تقسیم نہ ہوسکا۔

ہم حق کو لے کر دنیا میں نکلے ہیں

6/اگست 1924ء کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی اولاد کے ایک بزرگ حضور کی ملاقات کی غرض سے حاضر ہوئے۔ان کے ساتھ دمشق کے افسر خزانہ اور دو ایک اور سرکاری عہدے دار بھی حاضر تھے۔حضور نے ملاقات سنترال ہوٹل کے بالائی منزل کے ڈرائینگ روم کے جنوبی حصہ میں سیڑھیوں سے جانب غرب بیٹھ کر کی۔ ان لوگوں نے بہت ہی شریفانہ طریق سے سوالات کئے اور جواب پاکر ادب اور احترام سے قبول کرتے رہے۔ سلسلہ گفتگو قریب نصف گھنٹہ جاری رہا۔ انہوں نے پھر پوچھا اور عرض کیا کہ کہ آپ نے ہمارے ممالک عربیہ میں کیوں مبشّر نہیں بھیجے اور کیوں جرائد اور مجلّات جاری نہیں کئے۔حضور نے فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ جلدی ہی یہاں مبشّر بھیج دوں اور مبشّرین کے آنے پر انشاء اللہ جرائد اور مجلّات بھی جاری کردیئے جائیں گے اور ہمیں اللہ کے فضل سے یقین اور امید قوی ہے کہ جلد تر ان علاقہ جات میں جماعتیں ہمارے ساتھ مل جائیں گی کیونکہ حق ہمارے ساتھ ہے اور ہم حق کو لے کر دنیا میں نکلے ہیں وغیرہ۔ اس پر ان لوگوں نے عرض کیا کہ آپ جلدی یہاں مبشّر بھیجیں۔ہم لوگوں میں ایک بڑی جماعت ہے جو آپ کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے تیار و آمادہ ہے جو حق کی پیاسی اور صداقت کی بھوکی ہے۔یہ بات ایسی سنجیدگی اور متانت سے ان لوگوں نے کہی کہ اس میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ انہوں نے مذاق کیا ہو یا مبالغہ آمیز بات کی ہو۔

مولوی عبدالقادر المغربی

شیخ عبدالقادر المغربی چوٹی کے ادباء میں سے تھے۔حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کے علامہ شیخ المغربی سے ان کے علمی، ادبی اور دینی مزاج کی مناسبت سے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔آپ کی ان سے پہلی ملاقات 1916ء میں ہوئی۔ ایک دفعہ علامہ المغربی نے حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب سے کہا کہ آیئے ہم دونوں تصویر بنوائیں اور دوستی کا اقرار قرآن مجید پر ہاتھ رکھتے ہوئے کیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 418,417)

اسی دوستی کی وجہ سے حضرت مصلح موعود کی دمشق آمد پر مولوی عبدالقادر صاحب بھی آپ سے ملنے آگئے جو نہایت ہی جوشیلے اور نیچری خیالات کے آدمی تھے۔ان کے آتے ہی پہلی پارٹی اُٹھ کر چلی گئی صرف سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد کے بزرگ صاحب بیٹھے رہے جو معلوم ہوتا ہے کہ سنجیدہ اور صاحب رسوخ آدمی تھے کیونکہ جو بھی آتا تھا ان کو ادب اور احترام سے سلام کرتا تھا۔ یہ صاحب اول سے آخر تک جماعتی خیالات کی بہت ہی تائید کرتے رہے اور سمجھدار آدمی تھے۔

مولوی عبدالقادر صاحب کی باتوں کا طرز جوشیلہ اور بحث کا رنگ لئے ہوئے تھا۔ بہت سے سوالات کے جواب پاکر اس نے یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگ عرب ہیں۔اہل زبان ہیں۔قرآن کو خوب سمجھتے ہیں ہم سے بڑھ کر کون قرآن کو سمجھے گا وغیرہ۔اس پر حضور نے اس کو کسی قدر سختی سے جواب دیا اور فرمایا کہ تم کون ہو۔تم شامی لوگ لغت قرآن کو بالکل نہیں جانتے۔تمہاری زبان قرآن کی زبان نہیں۔تم لوگ بھی اسی طرح سے لغت کے محتاج ہو جس طرح سے ہم ہیں۔قرآن خدا نے ہمیں سکھایا ہے اور سمجھایا ہے۔ ہماری زبان باوجودیکہ ہم لوگ اردو میں گفتگو کرنے کا محاورہ رکھتے ہیں اور عربی میں بولنے کا ہمیں موقع نہیں ملتا تم سے

زیادہ فصیح اور بلیغ ہے وغیرہ وغیرہ۔ حضور نے بڑے جوش سے عربی میں ایسی فصیح گفتگو فرمائی کہ وہ سید صاحب بھی مولوی عبدالقادر کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ واقع میں ان کی زبان ہم لوگوں سے زیادہ فصیح ہے۔ اس پر مولوی عبدالقادر نے کچھ نرمی اختیار کی اور پھر ادب سے گفتگو کرنے لگا۔ حضرت صاحب نے ان کو بتایا کہ ہم لوگ تو قادیان میں اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی عربی زبان سکھاتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ عربی زبان ہماری ثانوی زبان ہو جائے چنانچہ اس غرض کے لئے اب حضور نے یہ ارادہ فرمالیا ہے کہ ان عربوں اور شامیوں اور مصریوں کے اس گھمنڈ کو توڑ دیا جائے کہ جب کبھی کوئی عرب، شامی، مصری قادیان جاوے تو ہمارے سقّے اور دھوبی تک ان سے پوچھا کریں کہ کیا تم کو عربی بولنی آتی ہے؟ اور فرمایا کہ ہمارے دوستوں کو چاہئے عربی عورتوں سے شادی کریں اور عربی زبان کی ترویج کریں۔

مولوی عبدالقادر صاحب سے ختم نبوت وغیرہ پر بھی گفتگو رہی اور حضور نے جب قرآن نکال کر بعض آیات پیش کیں تو کہہ اُٹھا کہ قرآن ہاتھ میں لے کر بات کر دینے سے بھی کوئی مسئلہ حل ہوسکتا ہے؟ کوئی تفسیر ہو (غالباً معالم التنزیل کا نام لیا تھا) جب اس نے تفسیر کا نام لیا تو حضرت صاحب نے اس کو بہت جھنجھوڑا اور فرمایا کہ تم لوگ اس علم پر گھمنڈ رکھتے ہو اور اتنے بڑے دعوے کرتے ہو کہ تم عرب اور اہل زبان ہو تفاسیر کیا حقیقت رکھتی ہیں۔ کیا ہم قرآن سمجھنے کے لئے ان تفاسیر کے محتاج ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اس کو اپنی فصاحت بھی بھول گئی اور دوسرے لوگوں کو مخاطب کر کے بولا شف یہ کیا کہتے ہیں۔ ایسی بے چارگی اور حیرت سے اس نے شف کا لفظ بولا کہ اس پر رحم آتا تھا۔ آخر بالکل ٹھنڈا ہوگیا۔ سر سے پگڑی تین مرتبہ اس نے اُتاری اور پسینہ سکھانے کی کوشش کی۔

اس نے یہ بھی کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں زبان کی غلطیاں ہیں۔ اس کا بھی جواب حضور نے خوب دیا اور فرمایا کہ تم میں اگر کچھ طاقت ہے تو اب بھی ان اغلاط کا اعلان کر دو یا ان کتب کا جواب لکھ کر شائع کر دو مگر یاد رکھو کہ تم ہرگز نہ کر سکو گے اگر قلم اُٹھاؤ گے تو تمہاری طاقتِ تحریر سلب کر لی جاوے گی۔ تجربہ کر کے دیکھ لو وغیرہ وغیرہ۔ ان باتوں پر اب اس نے منت سماجت شروع کی کہ آپ ان دعووں کو عرب، مصر اور شام میں نہ پھیلائیں اس سے اختلاف بڑھتا ہے اور اختلاف اس وقت ہمارے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ وہابیوں نے پہلے ہی سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ آپ بلاد یورپ، امریکہ اور افریقہ کے کفار اور نصاریٰ میں تبلیغ کریں، مبشّر بھیجیں لیکن یہاں ہرگز ان عقائد کا نام نہ لیں خدا کے واسطے۔ اَنَا اَرْجُوکُم یا سَیّدی۔ کبھی بوسہ دے کر کبھی ہاتھوں کو لپیٹ کر غرض ہر رنگ میں بار بار منت کرتا تھا کہ خدا کے واسطے ان علاقہ جات میں سیدنا احمد کی تعلیمات کا اعلان نہ کریں اور نہ مبشّر بھیجیں وغیرہ وغیرہ۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی تھے۔ دین کے لئے غیور تھے مگر ان کی نبوت اور رسالت کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے صرف لا الہ الا اللہ پر لوگوں کو جمع کریں۔

حضرت نے ان باتوں کا جواب بلند آواز اور پُر شوکت لہجہ میں دیا کہ اگر یہ منصوبہ ہمارا ہوتا تو ہم چھوڑ دیتے مگر یہ خدا کا حکم ہے اس میں ہمارا اور سیدنا احمد کا کوئی دخل نہیں۔ خدا کا یہ حکم ہے ہم پہنچائیں گے اور ضرور پہنچائیں گے۔ آپ مشکلات اور مصائب سے ہمیں ڈراتے ہیں۔ مخالفت کا خوف دلاتے ہیں ہم ہرگز پرواہ نہیں کرتے خواہ ساری دنیا مخالفت پر کھڑی ہو جائے۔ ایشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ سب مخالف ہوں تب بھی ہم حق پہنچائیں گے خواہ قتل بھی کئے جائیں۔ کابل نے آخر ہمارے آدمی قتل کئے مگر ہم نے دعوت حق نہیں چھوڑی اور نہ چھوڑیں گے۔ تم زیادہ جانتے ہو یا خدا زیادہ جانتا ہے کہ مومنوں کے مفادات کس بات میں ہیں۔ خدا نے مومنوں کی بہتری اور اصلاح کی غرض سے جو راہ اختیار کیا ہے بہرحال وہی درست ہے۔ تم مانو تو بھلا ہوگا، نہ مانو گے تو ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ تم نہ مانو گے تو دیکھ لینا تمہاری آنکھوں کے سامنے ہزاروں کی تعداد میں اللہ تعالیٰ اس ملک میں جماعت دے گا اور ضرور دے گا۔ تم لوگوں کی مخالفت اور دشمنی حقیقت ہی کیا رکھتی ہے وغیرہ۔ الغرض بڑے ہی جوش کی تقریر تھی۔ اس تقریر پر وہ مولوی عبدالقادر بہت ٹھنڈا ہوا اور کہا کہ آپ کے استقلال اور اولوالعزمی کا میں اعتراف کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے مگر ان خیالات کو ہمارے ملک میں نہ پھیلائیں اور نہ ذکر کریں۔ آخر اُٹھ کر چلا گیا اور ایک کونہ میں دوسرے لوگوں سے باتیں کرنے لگا۔

باوجود اس بحث اور جھگڑے کے طریق ادب کو اس نے نہ چھوڑا اور یا سیدی اور سیدنا حضرت احمد قادیانی کے الفاظ سے ہی بولتا اور کلام کرتا رہا۔ اس کا لہجہ سخت تھا مگر باادب۔ آخر اس نے درخواست کی کہ جامع امویہ حضور ضرور دیکھیں۔

دمشق کی روحانی فتح

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی فرماتے ہیں:۔

’’جب مَیں دمشق گیا تو عبدالقادر مغربی جو اس علاقہ کی اسلامی تحریکات کی مجلس کے صدر تھے مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور باتوں باتوں میں کہنے لگے ہندوستانی لوگ جاہل ہیں وہ اسلام اور قرآن سے ناواقف ہیں۔ اور اس ناواقفیت سے فائدہ اٹھا کر آپ نے ان لوگوں میں اپنے سلسلہ کو پھیلا لیا۔ عرب لوگ قرآن کی بولی جانتے ہیں۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اسلام اور قرآن کیا کہتا ہے۔ اس لئے یہاں ان عقائد کا ہرگز نام نہ لیں اور یاد رکھیں کہ ایک عرب بھی آپ کے سلسلہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں نے ان سے کہا آپ کہتے ہیں کہ ہندوستانی لوگ کیونکہ جاہل ہیں اس لئے ان میں ہمارا سلسلہ پھیل گیا۔ عرب کا کوئی آدمی ہمارے سلسلہ کو قبول نہیں کر سکتا۔ میں یہاں سے جاتے ہی اپنا مشن بھیجوں گا اور اس وقت تک اس علاقے کو نہیں چھوڑوں گا جب تک عربوں میں سے کئی لوگوں کو احمدی نہ بنا لوں۔ چنانچہ میں نے آتے ہی اپنے (مربیان) کو اس علاقہ میں بھجوا دیا اور اب بڑے بڑے ڈاکٹر، بیرسٹر اور تعلیم یافتہ اشخاص ہمارے سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور ہزاروں روپیہ وہ احمدیت کے لئے خرچ کر رہے ہیں۔

پس یہ ہو نہیں سکتا کہ دنیا انکار کرے اور انکار کرتی چلی جائے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جسے خدا نے بھیجا ہے اس پر لوگ ایمان نہ لائیں۔ مگر مبارک ہیں وہ جو اب ایمان لاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جو خدا کی آواز کو سنتے اور اس پر لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں کیونکہ جو شخص خدا کے مأمور کی آواز کو سنتا ہے وہ درحقیقت خدا کی آواز کو سنتا ہے۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ کے مأمور کی آواز کو ردّ کرتا ہے وہ درحقیقت خدا تعالیٰ کی آواز کو ردّ کرتا ہے‘‘۔ (انوار العلوم جلد 17 صفحہ 175)

جامع اموی

دمشق میں قیام کے دوران حضور انور جامع اموی کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ بازاروں میں کثرت ہجوم میں سے حضور کا گزرنا تمام لوگوں کی توجہ کو کھینچتا تھا اور اکثر لوگ تعارف چاہتے تھے۔ جمعہ کا دن تھا نماز جمعہ کے واسطے دیہاتی لوگ اور ثواب کے خواہشمند نماز جمعہ کے انتظار کے لئے مسجد میں جمع تھے۔ مسجد کے وسط میں ایک حجرہ کے اندر ایک قبر کی طرف اشارہ کر کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت یحییٰ نبی کی قبر ہے حضور زیارت کریں گے؟

حضور نے فرمایا کہ ہم اس بات کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ یہ بات صحیح نہیں کہ یہاں حضرت یحییٰ نبی کی قبر ہے وہ تو القدس میں فوت ہوئے اور وہیں ان کی قبر ہے۔ بعض لوگوں نے اَور ایسی ہی روایات کی طرف حضور کو متوجہ کرنا چاہا مگر حضور نے پسند نہ فرمایا اور مسجد کے اندر کے حصہ میں سے گزرتے ہوئے مغرب سے مشرق کی جانب تشریف لے گئے اور وسعت کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ وہ مسجد ہے جہاں یقیناً صحابہؓ نے نمازیں پڑھیں ہیں۔ مسجد کی عمارت اور وسعت سے پتہ لگ سکتا ہے کہ اس زمانہ میں کس قدر لوگ نماز کے پابند تھے۔ حضور نے اندازہ کرایا تو معلوم ہوا کم از کم تین سو آدمی ایک صف میں کھڑا ہوسکتا ہے اور بیس سے زیادہ صفوف مسجد کے تینوں حصوں میں کھڑی ہوسکتی ہیں یعنی چھ یا سات ہزار آدمی مسجد کے اندر نماز ادا کر سکتا ہے اور اسی قدر صحن میں گویا قریباً پندرہ ہزار آدمی ایک وقت میں نماز ادا کر سکتا ہے۔

مسجد کے دو مینار تھے، شمالی مینار پر اذان کہی جاتی ہے اور دوسرا جو مشرقی جانب تھا بالکل بند پڑا تھا اس پر چڑھنے کی کسی کو اجازت نہیں تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کو حضرت مسیحؑ کے نازل ہونے کے واسطے ریزرو رکھا ہوا ہے۔ تاہم مسجد کا کوئی مینار سفید نہیں تھا بلکہ دونوں ہی رنگ دار اور سرخی مائل تھے۔

منارۂ بیضاء

دمشق پہنچنے پر حضور کا منشا تھا کہ کسی معزز اور آباد حصہ شہر میں بہت شریفانہ مقام پر کوئی جائے قیام مل جائے اور اس منشا کے ادا کرنے کی غرض سے شہر کے قریباً تمام مقامات پر کوشش کی گئی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ خدویویہ ہوٹل میں جگہ نہ تھی۔ حضور نے وکٹوریہ ہوٹل میں گزاری۔ سنترال ہوٹل حضور کے مناسب حال نہ تھا۔ علیٰحدگی نہ تھی۔ آخر جب کوئی صورت نہ بنی تو اس خیال سے کہ صرف ایک دن گزارنے کے لئے یہاں ٹھہر جائیں حضور ٹھہر گئے۔ اُمید یہ تھی کہ خدیویہ ہوٹل جو نسبتاً زیادہ صاف ہے اس میں جگہ مل جاوے گی جیسا کہ اس کے مینجر نے وعدہ بھی کیا تھا مگر کوئی جگہ خالی نہ ہوسکی اور معلوم ہوا کہ تمام ہوٹل بھرپور ہیں اور مسافر زیادہ آ رہے ہیں۔ آخر مجبوراً اسی سنترال ہوٹل کو ہی اختیار کرنا پڑا جس میں آخر فضل کی کوشش سے ایک الگ کمرہ حضرت اقدس کے واسطے بھی مل گیا۔ ایک حصہ قافلہ کا اسی میں اور دوسرا حصہ دارالسرور ہوٹل میں ٹھہرا۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت تامہ اور حکمت کاملہ کے ماتحت سیدنا حضرت خلیفۃ المہدی والمسیح کو ان دنوں جہاں ٹھہرایا وہ ہوٹل سنترال تھا جس کے بالکل ملحق جانب غرب ایک مسجد کا مینار ہے اور وہ سفید ہے۔ 6/ اگست 1924ء کی صبح کو حضور نے نماز صبح اسی ہوٹل میں اپنے دو خدام کے ساتھ پڑھی۔ سلام پھیرا تو منارۂ مسجد کی طرف نظر پڑی جو بیضا تھا۔ معاً اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ یہی وہ منارۃ بیضا ہے جس کے متعلق وارد ہے کہ مسیح عند منارۃ البیضاء نازل ہوگا۔ طرفہ یہ کہ اس نماز میں حضرت اقدس کے ساتھ دو ہی خادم شریک تھے یعنی مکرمی ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور خان صاحب ذوالفقار علی صاحب۔

سیدنا حضرت اقدس نے ملاقات کے لئے آنے والے بعض لوگوں سے پوچھا کہ جامع اموی میں کون سا منارہ ایسا ہے جو منارۂ بیضاء کہلا سکتا ہے؟ تو انہیں اقرار کرنا پڑا کہ وہاں پر کوئی منارہ منارہ بیضاء کہلانے والا موجود نہیں ہے چنانچہ ایک دن کی بحث کے بعد حضرت صاحب نے ایک مولوی صاحب کو بطور حجت ملزمہ کہا بھی کہ لاؤ وہ منارۂ بیضاء ہے کہاں؟

خاکسار (محمد طاہر ندیم) عرض کرتا ہے کہ سنترال ہوٹل تو وہاں پر موجود نہیں ہے تاہم یہ مسجد آج بھی موجود ہے جس کا نام جامع ’’سنجقدار‘‘ ہے اور اسکا یہ مذکورہ منارہ اُس وقت پرانے دمشق کے مشرقی جانب واحد سفید منارہ تھا۔

اس پیشگوئی کے پورا ہونے کے بارہ میں حضور خود فرماتے ہیں:۔

’’پھر منارۃ البیضاء کا بھی عجیب معاملہ ہوا۔ ایک مولوی عبدالقادر صاحب (المغربی۔ ناقل) حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کے دوست تھے۔ ان سے مَیں نے پوچھا کہ وہ منارہ کہاں ہے جس پر تمہارے

نزدیک حضرت عیسیٰ نے اترنا ہے۔ کہنے لگے مسجد امویہ کا ہے۔ لیکن ایک اور مولوی صاحب نے کہا کہ عیسائیوں کے محلّہ میں ہے۔ ایک اور نے کہا: حضرت عیسیٰ آکر خود بنائیں گے۔ اب ہمیں حیرت تھی کہ وہ کونسا منارہ ہے دیکھ تو چلیں۔ صبح کو میں نے ہوٹل میں نماز پڑھائی اس وقت میں اور ذوالفقار علی خان صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب تھے۔ یعنی میرے پیچھے دو مقتدی تھے۔ جب میں نے سلام پھیرا تو دیکھا سامنے منار ہے اور ہمارے اور اسکے درمیان صرف ایک سڑک کا فاصلہ ہے۔ میں نے کہا یہی وہ منار ہے اور ہم اسکے مشرق میں تھے۔ یہی وہ سفید منارہ تھا اور کوئی نہ تھا۔ مسجد امویہ والے منار نیلے سے رنگ کے تھے۔ جب میں نے اس سفید منارہ کو دیکھا اور پیچھے دو ہی مقتدی تھے تو میں نے کہا کہ وہ حدیث بھی پوری ہوگئی'۔

(ماخوذ از انوار العلوم جلد 8 دورہ یورپ۔ تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 438 تا 443)

یہاں قارئین کرام کی یاد ہانی کے لئے عرض ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ میں مسیح کے منارۂ بیضاء پر نزول والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

یعنی پھر مسیح موعود یا اس کے خلفاء میں سے کوئی خلیفہ سرزمین دمشق کا سفر اختیار کرے گا۔ یہ ہے مسلم شریف کی اس حدیث کا معنی جس میں آیا ہے کہ عیسیٰ دمشق کے منارہ کے قریب نازل ہوگا کیونکہ نزیل ایسے مسافر کو کہتے ہیں جو کسی دوسرے ملک سے آیا ہو۔ اور حدیث شریف میں مشرق کے الفاظ سے اسی طرف اشارہ ہے کہ وہ بعض مشرقی ممالک سے دمشق شہر کی طرف آئے گا اور یہ مشرقی ملک ہندوستان ہے۔

(حمامۃ البشریٰ، روحانی خزائن جلد 7 صفحہ 225)

''وہ حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا'' کا عظیم الشان جلوہ

اس سفر میں متعدد امور میں حضور کی مسیح ثانی سے مشابہت کے واقعات پیش آئے۔ منارۂ بیضاء کے پاس نزول کے معاملہ میں تو آپ نے خود فرمایا کہ میرے یہاں آنے سے یہ پیشگوئی پوری ہوگئی کیونکہ بعض اوقات باپ سے متعلقہ پیشگوئیاں بیٹے یا خلیفہ کے ذریعہ بھی پوری ہوتی ہیں۔

علاوہ ازیں ایک امر کا ذکر خود حضور نے یوں فرمایا:۔

''غرض عجیب رنگ تھا۔ کالجوں کے لڑکے اور پروفیسر آتے، کاپیاں ساتھ لاتے اور جو مَیں بولتا لکھتے جاتے۔ اگر کوئی لفظ رہ جاتا تو کہتے یا استاذ ذرا ٹھہریئے یہ لفظ رہ گیا ہے۔ گویا انجیل کا وہ نظارہ تھا جہاں اسے استاذ کر کے حضرت مسیح کو مخاطب کرنے کا ذکر ہے''۔

حضور کے اس سفر یورپ کے آغاز میں ہی 20/ جولائی 1944ء کو جب حضور نے اپنے رفقاء کے ساتھ نماز عصر پڑھائی اور حضور انور ابھی مصلّے پر ہی تشریف فرما تھے کہ جہاز کے ڈاکٹر نے (جس کا نام مینگلی تھا اور وہ اٹلی کا باشندہ تھا) حضور کی طرف اشارہ کرکے آہستہ سے کہا: Jesus Christ and twelve Disciples یعنی یسوع مسیح اور بارہ حواری۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کہتے ہیں کہ یہ سن کر میری حیرت کی کچھ حد نہ رہی کہ خدا تعالیٰ کیسا قادر ہے کہ پوپ کی بستی کا رہنے والا ایک نہایت سچی اور عارفانہ بات کہہ رہا ہے۔

اسی طرح جب حضور اس سفر کے آخری مقام یعنی لندن پہنچے تو وہاں بھی ایک انگریز شخص نے بتایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا کہ مسیح اپنے تیرہ حواریوں کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور آج آپ کو دیکھ کر میں سمجھتا ہوں کہ میرا خواب پورا ہوگیا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 437 تا 448۔ انوار العلوم جلد 8 دورہ یورپ)

گورنر شام سے مربیان احمدیت بھجوانے کا ذکر

حضور انور بذریعہ موٹر شام کے گورنر کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ان کا نام صُبحی بیگ تھا۔ حضرت اقدس نے ان سے سلسلہ کا ذکر فرمایا اور یہ کہ ہم لوگ یہاں مبشرین بھیجنا چاہتے ہیں آپ کو ان کے متعلق کوئی اعتراض تو نہیں یا قانوناً کوئی روک تو نہیں؟ اور اگر کوئی روک نہیں تو کیا آپ ہماری کچھ مدد کرسکیں گے صرف اخلاقی مدد۔

حضور کے تشریف لے جانے کے وقت اس کے پاس چند علماء اور رؤسا بھی موجود تھے۔ بعض نے ہماری مخالفت کی اور کہا کہ ان لوگوں کو یہاں داخل نہ ہونے دینا چاہئیے اور بہت کچھ شور مچایا مگر ایک صاحب جو شاید کوئی بڑے جلیل القدر عہدے پر مامور تھے، آستینیں چڑھا کر کھڑے ہوگئے اور علماء مخالف کو مخاطب کر کے بڑے جوش سے بولے کہ تم لوگ عیسائیوں اور بابیوں کو تو آنے دو اور ان کا زہر تو ملک میں پھیلنے دو مگر نہ آنے دو تو ایک ایسی جماعت کو جو جان اور مال سے خدمت دین کی غرض سے گھروں سے نکلی ہے اور کسی سے کچھ نہیں مانگتی اور مفت خدمت دین کرتی پھرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس بزرگ کی تقریر ایسی جوشیلی اور پُرزور تھی کہ سب مخالف دب گئے اور کوئی جواب نہ دے سکے۔ آخر گورنر نے بھی اس کی تائید کی اور کہا کہ اچھا آپ لوگ بتائیں کہ اگر یہ لوگ (احمدی) یہاں آکر اپنا مدرسہ جاری کر کے اپنے خیالات کی تشہیر کریں تو تم روک سکتے ہو؟ نصرانی مدارس اور اخبارات کے ذریعہ سے اپنے خیالات پھیلا جائیں تو پرواہ نہ کرو مگر روک پیدا کرو تو ایسے لوگوں کے لئے جو خادم دین ہیں۔ الغرض گورنر نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ بیشک مبشرین یہاں بھیجیں ہم ان کی حتی المقدر مدد کریں گے اور اگر لوگ ان پر حملہ بھی کریں گے تو ہم ان کی حفاظت اور مدد کریں گے البتہ اگر لوگوں کا زور اور غلبہ وفتنہ اتنا بڑھ جائے کہ ہماری طاقت سے اس کا دبنا اور رکنا ممکن نہ ہو تو پھر ہم آپ سے کہہ دیں گے کہ آپ اپنا انتظام آپ کرلیں ورنہ ہم ہر طرح سے مدد کے لئے حاضر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مخالف نے تشہیر کردی

حضرت اقدس کی تشریف آوری کا اعلان اخبارات میں ہو چکا تھا۔ بعض مولوی صاحبان حضور سے مل کر سلسلہ کے حالات سے آگاہ ہو چکے تھے۔ بعض ایڈیٹروں اور علماء کو حضور کے خدام گھروں پر جا کر سلسلہ کی دعوت کر آئے تھے۔

جامع اموی کے خطیب نے اور بھی شہرت اس طرح کردی کہ اپنے خطبہ جمعہ میں حضور انور اور آپ کے وفد کی مخالفت کی ہے اور سخت سُست الفاظ استعمال کئے اور یوں گویا ایک اشتہار دے دیا ہے۔ کئی مولوی محض خطبہ میں حضور کا ذکر سن کر دیکھنے کو چلے آئے اور اس قدر لوگ آئے کہ ہوٹل میں کوئی کرسی باقی نہ رہی بلکہ اکثر لوگ گفتگو کھڑے ہو کر سن رہے تھے۔

حمص کا ایک بزرگ

حمص کا ایک بزرگ حضرت کی تقاریر اور مباحثات اور مولویوں کی بدعنوانیاں اور چاروں طرف سے حملے واعتراضات کی بوچھاڑ کو اور دوسری طرف حضور کا سب کو حوصلہ، تحمل اور بہادری سے جواب دینا اور نہ گھبرانا دیکھ کر عاشق ہو رہا تھا اور عشق کر کے بعض اوقات لوگوں سے لڑنے لگتا تھا کہ یہ کیا تہذیب ہے کہ ایک شخص سے ایک آدمی بات نہیں کرتا چاروں طرف سے بولنے لگتے ہو مگر وہ تنہا سب کو مسکت جواب دیتا جا رہا ہے۔ یہ بزرگ بھی اپنے علاقہ میں بہت بڑا آدمی تھا اور کہتا تھا کہ قریباً ایک ہزار آدمی میرے زیر اثر ہے میں چاہتا ہوں کہ احمدی ہو جاؤں انشاء اللہ میرے ساتھی بھی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔

پہاڑ سے ٹکر

بڑا مفتی اور کئی بڑے بڑے علماء بھی ملنے آئے۔ ہر ایک مولوی محض یہ نیت لے کر آتا تھا کہ کسی رنگ میں حضرت اقدس کو یا حضور کے غلاموں کو بحث میں شکست دیں۔ کوئی لغت کا زور لے کر آتا۔ کوئی حدیث دانی کے گھمنڈ پر آتا۔ کوئی فلاسفی کوئی منطق کوئی صرف ونحو کے زعم پر آتا تھا مگر ان کو معلوم نہ تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے علوم کو ایسا غلام کر رکھا ہے کہ کسی کو حضرت اقدس تو کیا حضرت کے غلاموں سے بھی بازی لے جاسکنے کی توفیق نہ ملتی۔ جو آتا پہاڑ سے ٹکر کھا کر واپس لوٹ جاتا۔ پھوڑتا تو اپنا ہی سر پھوڑتا۔

8/ اگست 1924ء کے اخبار الف با نے نوٹ لکھتے ہوئے لکھا کہ میدان میں ایک کامیاب جرنیل یا شیر بہادر کی طرح سے چاروں طرف کے حملوں کا جواب دیتا تھا۔

ایک سعید فطرت

9/ اگست 1924ء کو حضرت زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے دوست عبدالرحیم آفندی بیروتی پوسٹ ماسٹر دمشق نے بعد نماز ظہر ساڑھے تین بجے حاضر ہو کر ملاقات کرنے کی خواہش کی اور کہا کہ میں آپ کے عقائد کو ماننے کے لئے تیار ہوں۔

لوگوں کا جمِ غفیر

اس قدر لوگ ہوٹل میں آئے کہ ہوٹل کا مالک چیخ اٹھا کہ وہ اس قدر لوگوں کو برداشت نہیں کرسکتا۔ دروازہ ہوٹل کا آخر تنگ آکر بند کر دیا گیا۔ لوگ دروازے پر اس کثرت سے جمع تھے کہ دروازہ ٹوٹنے کا بھی اندیشہ تھا۔ چند آدمی دروازہ پر متعیّن کر دیئے گئے۔ بعض علماء کہتے تھے کہ عوام کو چھوڑ دیا جاوے اور ہم سے بات کی جاوے۔ صرف دس ہی منٹ دے دیئے جاویں۔ زیارت ہی کرا دی جاوے۔ حضرت صاحب باہر تشریف لائے اور بالائی ڈرائنگ روم میں علماء اور اس مفتی کے بیٹے سے جس نے اشتہار کی اشاعت روک دی ہے مختلف مسائل پر گفتگو فرمانے لگے جن میں سے کسر صلیب اور قتل خنزیر اور جزیہ اُٹھا دینے کے معانی و مطالب شامل ہیں۔ خلق خدا کا انبوہ و اژدہام نیچے بیقرار کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر پولیس ہوٹل میں پہنچ گئی اور لوگوں کو داخلہ سے روک دیا۔

لوگوں کے ہجوم اور غیر معمولی دلچسپی لینے کے بارہ میں خود حضور انور فرماتے ہیں:

''جب ہم دمشق میں گئے تو اوّل تو ٹھہرنے کی جگہ ہی نہ ملتی تھی۔ مشکل سے انتظام ہوا مگر دو دن تک کسی نے کوئی توجہ نہ کی۔ مَیں بہت گھبرایا اور دعا کی اے اللہ پیش گوئی جو دمشق کے متعلق ہے کس طرح پوری ہوگی۔ اس کا یہ مطلب تو ہو نہیں سکتا کہ ہم ہاتھ لگا کر واپس چلے جائیں۔ تو اپنے فضل سے کامیابی عطا فرما۔ جب مَیں دعا کر کے سویا تو رات کو یہ الفاظ میری زبان پر جاری ہوگئے۔ عَبْدٌ مُکَرَّمٌ یعنی ہمارا بندہ جس کو عزت دی گئی۔...... چنانچہ دوسرے ہی دن جب اٹھے تو لوگ آنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح سے رات کے بارہ بجے تک دو سو سے لے کر بارہ سو تک لوگ ہوٹل کے سامنے کھڑے رہتے۔ اس سے ہوٹل والا ڈر گیا کہ فساد نہ ہو جائے۔ پولیس بھی آگئی اور پولیس افسر کہنے لگا: فساد کا خطرہ ہے۔ مَیں نے یہ دکھانے کے لئے کہ لوگ فساد کی نیت سے نہیں آئے مجمع کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ چند ایک نے گالیاں بھی دیں۔ لیکن اکثر نہایت محبت کا اظہار کرتے اور ھذا ابن المہدی کہتے اور سلام کرتے۔ مگر باوجود اس کے پولیس والوں نے کہا کہ اندر بیٹھیں، ہماری ذمہ داری ہے۔ اور اس طرح ہمیں

اندر بند کر دیا گیا۔ اس پر ہم نے برٹش کونسل کو فون کیا۔ اس پر ایسا انتظام کر دیا گیا کہ لوگ اجازت لے کر اندر آتے رہے"۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 437 تا 448۔ انوار العلوم جلد 8 دورہ یورپ)

دمشق اور بیروت کے بعض قابل ذکر امور

متعدد اخبارات نے حضور انور اور جماعت کے بارہ میں آرٹیکل شائع کئے ان میں سے اخبار فتی العرب، اخبار المقسم، الف باء وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ متعدد اخباروں کے ایڈیٹروں نے حضور انور سے انٹرویوز بھی لئے اور سوالات کر کے جوابات حاصل کئے۔

10/ اگست 1924 کو حضور انور اپنے وفد کے ہمراہ دمشق سے روانہ ہو کر بیروت میں کچھ توقف کے بعد حیفا پہنچ گئے۔

دمشق کے سنترال ہوٹل میں حضور کی خواب گاہ کمرہ نمبر 25 میں تھی، نشست گاہ حضور کی اکثر بلکہ عموماً کمرہ نمبر 23 میں تھی۔ نماز، کھانا اور ملاقاتیں اسی میں ہوتی تھیں اور یہی وہ کمرہ ہے جو منارہ بیضاء کے جانب شرق واقع تھا۔

ہوٹل سنٹرل بیروت میں حضور کمرہ نمبر 39 میں تشریف فرما ہوئے۔

بیروت سے حیفا کے سفر کے قابل ذکر امور

۞......بیروت سے حیفا کو آتے ہوئے حضور انور نے فیصلہ کیا ہے کہ قادیان واپس جا کر انشاء اللہ اپنی دفتری زبان عربی کر دی جائے گی۔

۞......دمشق میں حضرت اقدس نے حضرت مسیح موعود کے رؤیا متعلقہ دمشق کی یہ تاویل فرمائی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا دمشق میں آنا گویا خود حضرت مسیح موعود کا آنا ہے۔

۞......حضور نے یہ بھی فیصلہ فرمایا ہے کہ ایک عربی رسالہ ضرور جاری کر دینا چاہئے جس کا سٹاف قادیان میں ہو، اشاعت مصر سے ہوا کرے اور بلاد عرب و شام، فلسطین وغیرہ میں اس کو شائع کیا جاوے۔

دمشق سے پورٹ سعید تک

حضور 10/ اگست 1924ء کو دمشق سے روانہ ہو کر بیروت سے ہوتے ہوئے حیفا پہنچے۔ اور حیفا سے پورٹ سعید کی طرف روانہ ہوئے جہاں سے 13/ اگست 1924ء کو آپ کا جہاز اٹلی کی بندرگاہ برنڈزی کی طرف روانہ ہونا تھا۔

(تاریخ احمدیت 4 صفحہ 442 تا 445)

۞۞۞۞

مکرم محترم شمشاد احمد ناصر صاحب

جہالت ظلمت اور علم نور کا باعث ہے

جاہلیت بہت بری چیز ہے جس سے انسان تاریکی ہی میں رہتا ہے، اسی لئے علم کو نور کہا گیا ہے۔

اخبارات میں کالم نویس اس بات کو بار بار پیش کر رہے ہیں ایک مثال اور بیان روزنامہ جنگ 5 جون 2010ء کی اشاعت میں اس طرح شائع شدہ ہے۔

"لاہور میں اس حالیہ دہشت گردی کے دوران زندہ بچ جانے والے حملہ آور عبداللہ نے انکشاف کیا ہے کہ انہیں گمراہ کیا گیا تھا کہ قادیانی گستاخانہ خاکوں کے معاملے میں ملوث ہیں اور ان کا خون بہانا اسلام کے لئے بڑی خدمت ہے"۔

کیس کی تفتیش میں شامل لاہور پولیس کے ایک عہدیدار نے "دی نیوز" کو بتایا کہ عبداللہ کو اس کے ماسٹر مائنڈ نے یہ ذہن نشین کرایا کہ خاکوں کے معاملے کے پیچھے قادیانی ملوث ہیں اور مثالی سزا کے مستحق ہیں اور اسے اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ "مشن" پر بھیجا گیا تھا"

یہ جماعت احمدیہ پر سراسر جھوٹا اور ناپاک الزام ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد نعوذ باللہ۔ خاکوں کے کیس میں ملوث ہیں۔ بالفاظ دیگر یہ بتایا گیا کہ احمدی حضرات رسول خدا ﷺ کی توہین کرتے ہیں۔ بلکہ میں تو یہاں یہ دعا لکھوں گا۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں جاہل بنوں یا جاہلوں جیسی حرکت کروں یا جاہلوں میں شمار کیا جاؤں۔

یہ تو صرف ایک شخص پکڑا گیا اور اس نے یہ بات ظاہر کر دی۔ پتہ نہیں کتنے اور لوگ ہوں گے جن کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہوگی اور وہ بھی یہی سمجھتے ہوں گے کہ احمدی حضرات رسول اللہ ﷺ کی ہتک اور توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اس لئے یہ عاجز بانی جماعت احمدیہ کی تحریرات سے کچھ پیش کر رہا ہے تا کہ کسی طرح جہالت کو دور کیا جا سکے اور اس خیال کی تردید ہو سکے۔ احمدی احباب آنحضرت ﷺ سے کس طرح کا پیار اور محبت رکھتے ہیں اور آپ پر اپنے آپ کو کس طرح فدا ہونے کو تیار ہیں۔

عبداللہ پر یہ بات بھی خوب واضح ہو چکی ہوگی کہ جب انہوں نے گرنیڈ پھینکے اور بموں سے حملہ کیا اس وقت ہماری بیوت الذکر کے لیڈروں سے انہوں نے ضرور یہ آواز سنی ہوگی کہ سب درود شریف پڑھیں اور پھر عبداللہ نے ضرور درود شریف بھی احمدی حضرات کے مونہوں سے سنا ہوگا۔

کیا رسول خدا ﷺ کی ہتک کرنے والے اور خاکوں میں ملوث لوگ آپ ﷺ پر درود شریف پڑھتے ہیں؟

حضرت بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی تحریرات میں فرماتے ہیں۔

"دین یہ ہے کہ خدا کی منہیات سے پرہیز کرنا اور اس کی رضا مندی کی راہوں کی طرف دوڑنا اور اس کی تمام مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور دنیا کے تمام مقدس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور ان میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر یک نوع انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔ مگر جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کو برے الفاظ سے یاد کرتے اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں ان سے ہم کیوں کر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں (۔) پر موت دے۔"

(پیغام صلح۔ روحانی خزائن جلد 23 ص 459-458)

اپنی ایک تصنیف سراج منیر میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں اعلیٰ درجہ کا جواں مرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفی و احمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی"۔

(سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد نمبر 12 ص 82)

حضرت مسیح موعود نے 1892ء میں ایک اور کتاب آئینہ کمالات اسلام تالیف فرمائی۔ اس میں آپ آنحضرت ﷺ کی علوشان کے بارے میں لکھتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں جو کچھ دین اسلام اور رسول کریم ﷺ کی توہین کی گئی اور جس قدر شریعت ربانی پر حملے ہوئے اور جس طور سے ارتداد اور الحاد کا دروازہ کھلا۔ کیا اس کی نظیر کسی دوسرے زمانہ میں بھی مل سکتی ہے؟ کیا یہ سچ نہیں کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس ملک ہند میں ایک لاکھ کے قریب لوگوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور چھ کروڑ اور کسی قدر زیادہ اسلام کے مخالف کتابیں تالیف ہوئیں اور بڑے بڑے شریف خاندانوں کے لوگ اپنے پاک مذہب کو کھو بیٹھے یہاں تک کہ وہ جو آل رسول کہلاتے تھے وہ عیسائیت کا جامہ پہن کر دشمن رسول بن گئے اور اس قدر بدگوئی اور اہانت اور دشنام دہی کی کتابیں نبی کریم ﷺ کے حق میں چھاپی گئیں اور شائع کی گئیں کہ جن کے سننے سے بدن پر لرزہ پڑتا اور دل رو رو کر یہ گواہی دیتا ہے کہ اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریم ﷺ کی کی گئی دکھا"۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد 5 ص 52-51)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے 80 سے زائد کتب عربی، اردو اور فارسی میں لکھی ہیں جن میں اپنے پیارے آقا سرور کائنات حضرت محمد مصطفی ﷺ کی کتنی ارفع شان لکھی۔ کاش کوئی ذہن وقلب کو خالی کر کے ان عبارات کو غور سے پڑھے۔ ان کتب کو www.alislam.org پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

۞۞......۞۞

سورج چلا گیا تو اتر آئی چاندنی

گھر کے کواڑ زیر زباں بولنے لگے
مالک چلے گئے تو مکاں بولنے لگے

دشمن اگر ہماری زباں بولنے لگے
بجھ جائے آگ اور دھواں بولنے لگے

سورج چلا گیا تو اتر آئی چاندنی
پلکوں پہ روشنی کے نشاں بولنے لگے

وہ سنگدل بھی کوئے ندامت میں جا بسا
پتھر بھی پانیوں کی زباں بولنے لگے

پہلے خلائے جاں میں خموشی رہی مگر
پھر یوں ہوا کہ کون و مکاں بولنے لگے

نمرود نے جلائی تھی جو آگ، بجھ گئی
آزردگان آذرِ جاں بولنے لگے

پانی اُتر گیا تو نظر آئے فاصلے
ساحل سمندروں کی زباں بولنے لگے

چوہدری محمد علی

مکرم شمشاد احمد قیصر صاحب

قرآن کریم میں مذکور چند پیشگوئیاں

قرآن کریم ایک ایسا معجزہ نما کلام ہے جو معارف وحقائق کے لعل بے بہا اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس کا حرف حرف ایک معجزے کا رنگ رکھتا ہے۔ اس کلام میں ایک اثر ہے۔ اس کے جملوں میں کشش ہے اور یہ کشش انسان کو خدا سے ملا دیتی ہے۔

پیشگوئی کا مطلب

اصل لفظ پیشین گوئی ہے جس کے معنی لکھے ہیں؟

کسی واقعہ کا قبل از وقت بیان کرنا غیب کی باتیں بتانا۔ (جامع اللغات جلد دوم ص165)

کسی آئندہ واقعہ کا نجوم وغیرہ کے ذریعہ سے پتہ دینا۔ (فیروز اللغات)

حضرت مسیح موعود پیشگوئی کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''خارق عادت، انسانی طاقت سے بالاتر یا کسی ایسے غیب پر مشتمل جو انسانی پیش بینی سے بلندتر ہو۔ جب ایک پیشگوئی خارق عادت کے طور پر بیان کی جائے جس کے بیان کرنے کے وقت کسی عقل اور فہم کو یہ خیال نہ ہو کہ ایسا امر ہونے والا ہے اور صریح وہ ایک غیر معمولی بات ہو جس کی گزشتہ صدہا سال میں کوئی نظیر نہ پائی جائے اور نہ آئندہ اس کے ظہور کے لئے آثار ہوں اور وہ پیشگوئی سچی نکلے تو عقل سلیم حکم دیتی ہے کہ ایسی پیشگوئی ضرور منجانب اللہ سمجھی جائے گی ورنہ تمام نبیوں کی پیشگوئیوں سے انکار کرنا پڑے گا''۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص258)

قرآنی قصص کی حقیقت

قرآن کریم میں جن قصوں کا ذکر ہے وہ دراصل پیشگوئیاں ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے ہر قصہ کے نیچے ایک پیشگوئی ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 91)

یہ تمام حالات وواقعات ایسے تھے جو آنحضرت ﷺ اور آپ کی قوم کو پیش آنے والے تھے۔ چنانچہ سورۃ شعراء میں حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیبؑ کا باری باری ذکر کیا اور بتایا کہ کس طرح ان کی قوموں نے ان کو جھٹلایا مگر بعد میں کس طرح تباہ ہوئیں۔ قابل غور نکتہ یہ ہے کہ ہر نبی کے مفصل حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

ان فی ذالک لاٰیۃً ......

(الشعراء:29,28)

قرآن کے لفظ میں پیشگوئی

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر ایسی کتاب اتاری جس کے نام میں ہی بڑی عظیم الشان پیشگوئی مضمر تھی۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

میں نے قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیشگوئی ہے وہ یہ ہے کہ یہی قرآن پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ پڑھنے کے لائق کتاب ہوگی جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہوگی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہوگی۔

(ملفوظات جلد اول ص386)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول بل ھو قرآن مجید کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:۔

''جو کوشش کہ قرآن شریف اور اسلام کے مٹانے کے لئے کی گئی تھی اس کا اضراب بل کے لفظ سے کیا اور قرآن کے لفظ میں فرمایا کہ یہ ہمیشہ پڑھنے پڑھانے اور درس وتدریس میں آتا رہے گا۔ تختیوں اور کاغذوں پر لکھا جایا کرے گا اور محفوظ ومصئون رہے گا۔ فالحمدللہ کہ ایسا ہی ظہور میں آرہا ہے۔

(حقائق الفرقان جلد 4 ص 357)

چنانچہ آج کے دور میں قرآن کریم ہی وہ الٰہی کتاب ہے جو سب سے زیادہ پڑھی جاتی ہے اور لاکھوں افراد کے سینوں میں محفوظ ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ قائم ہوگا کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے خود لیا ہے۔

حفاظت قرآن کریم کی پیشگوئی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا تھا کہ

انا نحن نزلنا الذکر (-) (الحجر:10)

اس آیت کریمہ میں بڑی تاکید کے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا ہے کہ یقیناً یقیناً ہم ہی ہاں ہم ہی ضرور اس کی حفاظت کریں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہی اور ہر دور میں اس کی حفاظت کے سامان خدا تعالیٰ کرتا رہا اور آج تک اس کا شوشہ تک بھی تبدیل نہیں ہوسکا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی ایک پیشگوئی مخالفین کا منہ بند کرنے کے لئے کافی وشافی ہے۔ اس لئے کہ دنیا کے تختہ پر آج ہمیں کوئی ایسی کتاب الٰہی نہیں ملتی جو محفوظ ہو۔ نہ انسانی دسترس سے آج وید محفوظ ہے اور نہ بائبل۔ بیشمار تحریفات ان کتب میں ہوچکی ہیں۔ اسی طرح ژند اوستا کے متعلق تو خود پارسی بھی مصر ہیں کہ اس کے بہت سے حصے ضائع ہوچکے ہیں۔ یہ صرف اور صرف قرآن کریم کا ہی اعجاز ہے کہ جو آج تک محفوظ ہے اور محفوظ کیوں نہ ہو جب اس کی حفاظت کی پیشگوئی خدا تعالیٰ نے خود ہی کردی تھی۔

خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کے شروع میں بھی اس کی حفاظت کی پیشگوئی کی ہے جیسا کہ فرمایا۔

یہ کتاب ہمیشہ زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہے گی۔ دوست تو الگ رہے دشمن بھی اس کے محفوظ ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ چنانچہ سرولیم میور جیسا شخص بھی اس کی گواہی دیتا ہے کہ

ہمارے پاس ہر قسم کی ضمانت موجود ہے اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی کہ یہ کتاب جو ہمارے پاس ہے وہی ہے جو خود محمد (ﷺ) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔

(لائف آف محمد از سرولیم میور)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

آنحضرتؐ سے قرآن کی حفاظت کا وعدہ جو فرمایا گیا ہے یہ ابدی ہے۔ جب بھی قرآن کریم کی طرف غلط معنی منسوب کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی روحانی وجود کو ان کی اصلاح کے لئے مبعوث فرما دیتا ہے۔

(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع حاشیہ ص 426)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں جبکہ قرآن کریم صرف لکھنے تک رہ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود کو بھیجا جنہوں نے قرآن کریم کا صحیح مفہوم لوگوں کے سامنے پیش کیا اور یہ کام آپ کے بعد خلفاء سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ہجرت مدینہ وفتح مکہ کی پیشگوئی

جب کفار نے مسلمانوں کو مکہ میں آرام کی زندگی بسر نہ کرنے دی تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دیا جس کی خبر پہلے سے قرآن کریم میں دے دی گئی تھی۔ عجیب حیرت انگیز کلام ہے کہ ہجرت کی پیشگوئی ہے لیکن ساتھ اس کے فتح کی بھی پیشگوئی کی جارہی ہے۔ حضرت مصلح موعود اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

پھر مکہ میں رسول کریم ﷺ کو خبر دی گئی تھی کہ

......

وہ خدا جس نے تجھ پر قرآن نازل کیا اور اس کی اطاعت فرض کی ہے وہ تجھے اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر بتاتا ہے کہ وہ تجھ کو دوبارہ مکہ میں لوٹا کر لائے گا۔ اس خبر میں نہ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کرنی پڑے گی بلکہ یہ بھی بتایا گیا تھا کہ ہجرت کے بعد آپؐ فاتح کی صورت میں داخل ہوں گے۔ کیا ان حالات میں جو محمد رسول ﷺ کو پیش آرہے تھے۔ آپؐ اپنے پاس سے ایسی خبر بنا سکتے تھے؟

(دیباچہ تفسیر القرآن ص283)

روم وایران کی فتح کی خبر

یہ ایک ایسی عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ دشمن اس سے کڑھتے ہیں اور جلتے ہیں اور اس کو غلط کرنے کے سوسو بہانے تلاش کرتے ہیں۔ پیشگوئی کے وقت حالات ایسے نہ تھے جو اس میں بیان کئے گئے ہیں۔

اس پیشگوئی کا اعلان اس وقت ہوا جبکہ رومیوں کو کنعان میں ایرانیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی یعنی 615ء میں جبکہ ایرانیوں نے ملک فلسطین کو فتح کیا اور یہ تقریباً ہجرت سے 6 سال قبل کی بات ہے۔

حضرت مصلح موعود اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

آپؐ ابھی مکہ میں ہی تھے کہ عرب میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ایرانیوں نے رومیوں کو شکست دے دی ہے۔ اس پر مکہ والے بہت خوش ہوئے کہ ہم بھی مشرک ہیں اور ایرانی بھی مشرک۔ ایرانیوں کا رومیوں کو شکست دے دینا ایک نیک شگون ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ مکہ والے بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر غالب آجائیں گے۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کو خدا نے بتایا کہ غلبت الروم...... رومی حکومت کو شام کے علاقہ میں بیشک شکست ہوئی ہے لیکن اس شکست کو تم قطعی نہ سمجھو۔ مغلوب ہونے کے بعد رومی پھر 9 سال کے اندر غالب آجائیں گے۔ اس پیشگوئی کے شائع ہونے پر مکہ والوں نے بڑے بڑے قہقہے لگائے یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ سے بعض کفار نے سوسو اونٹ کی شرط باندھی کہ اگر اتنی شکست کھانے کے بعد بھی روم ترقی کر جائے تو ہم تمہیں سو اونٹ دیں گے اور اگر ایسا نہ ہوا تو تم ہمیں سو اونٹ دینا۔ بظاہر اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا امکان دور سے دور تر ہوتا چلا جارہا۔ شام کی شکست کے بعد رومی لشکر متواتر کئی شکستیں کھا کر پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ بحیرہ مارمورا کے کناروں تک ایرانی فوجیں پہنچ گئیں۔

قسطنطنیہ اپنی ایشیائی حکومتوں سے بالکل منقطع ہوگیا اور روم کی زبردست حکومت ایک ریاست بن کر رہ گئی۔ مگر خدا کا کلام پورا ہونا تھا اور پورا ہوا۔ انتہائی مایوسی کی حالت میں روم کے بادشاہ نے اپنے سپاہیوں سمیت آخری حملہ کے لئے قسطنطنیہ سے خروج کیا اور ایشیائی ساحل پر اتر کر ایرانیوں سے ایک فیصلہ کن جنگ کی طرح ڈالی۔ رومی سپاہی باوجود تعداد میں کم ہونے کے اور باوجود سامان کم ہونے کے قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق ایرانیوں پر غالب آئے اور ایرانی لشکر ایسا بھاگا کہ ایران کی سرحدوں سے ورے اس کا قدم کہیں بھی نہ ٹھہرا اور پھر دوبارہ رومی حکومت کے افریقی اور ایشیائی مفتوحہ ممالک اس کے قبضہ میں آگئے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن ص284)

نہر سویز کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

مرج البحرین یلتقیان (الرحمن:20)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع اس بارے میں فرماتے ہیں:۔

ان آیات میں دو سمندروں کا ذکر ہے جن دونوں میں سے لولو اور مونگے نکلتے ہیں اور جن دونوں کو آپس میں ملا دیا جائے گا۔ یلتقیان میں مستقبل میں ان کا ملنا مراد ہے۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسے دو سمندروں کا لوگوں کو نہ کوئی علم تھا اور نہ ان کے آپس میں ملنے کی پیشگوئی کی جاسکتی تھی۔ یہاں بحر احمر اور بحر روم مراد ہیں۔ جن کو نہر سویز کے ذریعہ ملایا گیا ہے۔

(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ص977)

جنگی طیاروں کی خبر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع والصافات صفا کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔

والصافات صفا میں درحقیقت ان جنگی طیاروں کی خبر دی گئی ہے جنہیں انسان بنائے گا اور وہ صف بہ صف دشمن پر حملہ آور ہوں گے اور بار بار ان کو متنبہ کریں گے اور ایسے پمفلٹس بکثرت ان پر گرائیں گے جن میں ان کے لئے یہ پیغام ہوگا کہ اپنی گردنیں ہمارے سامنے جھکا دو ورنہ تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔

(ترجمۃ القرآن از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ص783)

سورۃ تکویر کی پیشگوئیاں

سورۃ تکویر قرآن کریم کی ایک ایسی سورۃ ہے جس کو اگر ایک دنیاوی علم رکھنے والا معمولی شخص بھی بغور یا سرسری مطالعہ کرے تو وہ قرآن کریم کی صداقت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ اس میں ایسی پیشگوئیاں ہیں جو آج کے دور میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں جن کا تصور قریباً 1500 سال قبل ممکن نہ تھا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سورۃ میں ہے کہ انہ لقول رسول کریم میں رسول سے کون مراد ہیں اور قول کی اضافت کیسی ہے۔ کیونکہ قول کی اضافت رسول کریمؐ کی طرف کریں تو اس کے یہ معنے ہوئے کہ یہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کا کلام ہے خواہ وہ انسان ہو یا فرشتہ۔ بعض مفسرین نے رسول سے مراد اس جگہ جبریل بھی لیا ہے اور بعض نے حضرت نبی کریمؐ مراد لئے ہیں اگر قول سے مراد قرآن ہو تو بلحاظ نزول کے واسطہ سے جبرائیل بھی مراد ہوسکتا ہے اور بلحاظ مورد و مہبط وحی حضرت نبی کریم ﷺ بھی مراد ہوسکتے ہیں۔

پس قرآن کریم تو ایک سمندر ہے جس میں انسان اگر غوطہ لگائے تو نکلنے کا نام ہی نہیں لے سکتا۔ جو پیشگوئیاں اس مضمون میں بیان کی گئی ہیں وہ چنیدہ ہیں ورنہ سارا قرآن کریم اس قسم کی عظیم الشان صداقتوں سے بھرا پڑا ہے۔ آج صرف اور صرف دین حق ایک ایسا کامل دین ہے جو کامل کتاب کا حامل ہے جو ہمارے ہادی و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نازل ہوئی۔ جس میں حقائق و معارف کی باتیں بھر دی گئی ہیں۔ اصل میں جو بھی پیشگوئی پوری ہوچکی ہے یا آئندہ زمانہ میں ہونے والی ہے وہ دین حق کی اور رسول کریم ﷺ کی صداقت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس قسم کی باتیں آج صرف قرآن کریم میں ہی موجود ہیں۔ دنیا میں دوسری کوئی مذہبی کتاب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم سے سچی محبت کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے معارف سے سرفراز فرمائے اور مخالفین کے دل اس چشمہ رواں کی طرف کھنچتے چلے آئیں۔ (آمین)

کہہ دو! وہ قادر ہے

اوریا مقبول جان اپنے کالم حرف راز میں لکھتے ہیں۔

ہماری سنگ دلی اور اپنے وسائل اور عالمی امداد پر بھروسے کا عالم یہ ہے کہ ہم اس عذاب الٰہی کو پہلے تو آزمائش کا نام دیتے ہیں اور پھر اس آزمائش کا متحد ہو کر مقابلہ کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا ادراک تک نہیں کہ آزمائش اللہ کے نیک بندوں پر آیا کرتی ہے تاکہ ان کے ایمان میں پختگی آئے اور وہ اپنے اللہ کی جانب مزید جھک جائیں۔ جبکہ عذاب یا سزا ہمارے اعمال کے نتیجے میں ہمیں ملتی ہے۔ ذرا اس کیفیت پر غور کیجئے کہ ایک باپ سزا کے طور اپنے بیٹے کو تھپڑ رسید کرتا ہے اور بیٹا اپنے بھائی یا ساتھی کو ساتھ ملا کر کہتا ہے کہ باپ کی طرف سے بہت سخت آزمائش آئی ہے، اب اس کا ڈٹ کر اور بہادری سے مقابلہ کرنا ہے۔ ایسے میں اس باپ کے غصے اور غضب کا کیا عالم ہوگا۔

اب ذرا گزشتہ مہینوں میں بیتنے والے واقعات اور کئی سالوں سے اس ملک میں برپا فتنہ و فساد کو سامنے رکھ کر سورۃ الانعام کی 65 ویں آیت پڑھیں اور دیکھیں کہ کیا عذاب کی ترتیب اور کیفیت میں ذرا برابر بھی فرق ہے۔ اس سورہ میں اس سے پہلی آیات میں اللہ بار بار فرماتے ہیں کہ اللہ ہی نجات دیتا ہے ہر مصیبت سے۔ لیکن اس آیت کا لہجہ غضب ناک ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں ”کہہ دو کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کردے، یا تمہارے قدموں کے نیچے سے برپا کردے، یا تمہیں گروہوں میں تقسیم کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کی طاقت کا مزا چکھادے۔ دیکھو ہم کس طرح بار بار مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کررہے ہیں شاید کہ یہ حقیقت کو سمجھ لیں۔

”سیدنا جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو نبی اکرمؐ نے اللہ کے حضور دعا کی کہ اے اللہ میں تیرے چہرۂ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں اس عذاب سے جو تو اوپر سے نازل کر دے۔ پھر اگلے حصے کے نازل ہونے پر دعا کی کہ اے اللہ میں تیرے چہرۂ اقدس کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں اس عذاب سے جو تو ہمارے پاؤں کے نیچے سے برپا کردے اور پھر آخر میں تیسری دفعہ دعا فرمائی کہ اے اللہ میں تیرے چہرۂ اقدس کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس عذاب سے جو ہمیں مختلف گروہ بنا کر گتھم گتھا کردے اور ہمارے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزا چکھا دے اور پھر فرمایا کہ یہ پہلے دو عذابوں کے مقابلے میں ہلکا یا کم تر عذاب ہے۔ یہ ہے میرے رسول کی سنت ان عذابوں سے نجات کے لئے۔

اب عذابوں کی اس ترتیب اور اپنے ملک کے حالات کو ذرا پلٹ کر دیکھیں۔ سب سے ہلکا عذاب یعنی گروہوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے سے لڑائی کا مزا چکھانا کب سے آہستہ آہستہ ہم پر برپا ہے۔ کتنے سالوں سے ہمارے دلوں میں کدورتوں اور نفرتوں کا زہر بھرا ہوا ہے۔ ہم گروہ در گروہ تقسیم تھے اور آج بھی ہیں۔ کوئی اسے حقوق کی جنگ کہتا ہے اور کوئی قومی تشخص کا تحفظ۔ کسی کو اپنی فقہ اور مسلک کی پاسداری عزیز ہے تو کوئی رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور سیاسی گروہ بندی کے نام پر آنکھوں میں خون اتارے بیٹھا ہے۔ یہ نفرت اور تعصب اللہ کی طرف سے عذاب کی آمد کے اشارے تھے لیکن جن سروں میں نفرت کی رسولیاں پل رہی ہوں وہاں اللہ محبت کے بیج کیسے بو سکتا ہے اور بوئے بھی کیوں کوئی اس سے مانگنے والا بھی تو ہو۔ کوئی وفاق سے مانگتا تھا تو کوئی صوبے سے، کوئی طاقت سے قبضہ کرتا تھا تو کوئی مکرو فریب سے۔ پھر اس عذاب نے وہ شکل اختیار کی کہ سروں کی فصلیں کٹنے لگیں۔ نہ مرنے والے کو اس کا علم کہ وہ کیوں مارا گیا اور نہ مارنے والے کو اندازہ کہ اس نے یہ قتل کیوں کیا۔ روزانہ درجنوں لوگ قتل ہوتے رہے۔ لیکن اب ان سب کے اسباب ظاہری طور پر نظر آتے تھے، مارنے والے انسان تھے اس لئے ہم نے اسے عذاب نہ سمجھا۔ ہمیں اپنی طاقت پر گھمنڈ اور ٹیکنالوجی پر غرور تھا۔ ہم کیسے خدائی لہجے میں بولتے رہے۔ ختم کردیں گے، کمر توڑ دیں گے، اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ نہ کمر توڑی گئی، نہ قتل و غارت ختم ہوئی، لیکن کسی نے بھی میرے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق اللہ کے مقدس چہرے کا واسطہ دے کر اس قتل و غارت سے پناہ نہ مانگی۔ شاید ہمیں پناہ کی ضرورت نہیں تھی۔ پکارنے والے پکارتے رہے۔ اہل نظر اللہ کی ناراضگی کی دہائی دیتے رہے۔ لیکن قوت بازو پر بھروسہ کرنے والوں کو اللہ کی طاقت کا کہاں اندازہ ہوتا ہے۔ ہم سب اپنے تکبر میں مست منہ سے جھاگ نکال کر دعوے کر رہے تھے کہ اللہ نے سورۃ الانعام کی آیت کے مطابق اپنی دوسری نشانی اتاری۔ آسمانوں سے وہ عذاب نازل کیا کہ سب بے بس ہو کر ایک دوسرے کے منہ تکتے رہ گئے۔ جو کبھی اس بات پر دست وگریباں تھے کہ فلاں نہر کا پانی کیوں کھولا، بند کرو، یا ہم تو کھول کر رہیں گے۔ جن کی زبان پر شکوہ تھا کہ ہمارے پاس مردے نہلانے کے لئے بھی پانی نہیں۔ وہاں آسمان سے ایسا پانی برسا کہ پناہ کی جگہ میسر نہ ہوسکی۔ مگر ہم بھی کس مٹی کے بنے ہیں اب بھی دعوے کرتے ہیں کہ یہ آزمائش ہے اور اس کا ڈٹ کا مقابلہ کریں گے۔ لیکن جنہیں قرآن میں بتائے گئے عذاب کی ترتیب اور اللہ کے سامنے دعوے کر کے اس کے غضب کی ترتیب اور اللہ کے سامنے دعوے کر کے اس کے غضب کو دعوت دینے کی صورت سمجھ میں آتی ہے وہ خوف سے کانپ رہے ہیں کہ آسمان سے برستے عذاب پر بھی اگر ہم رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اللہ سے پناہ نہ مانگی تو کہیں ہمارے پاؤں کے نیچے سے زمین تھر تھرانے نہ لگ جائے کہ میرا اللہ اس آیت کے آغاز میں فرماتا ہے ”کہہ دو کہ وہ قادر ہے“۔ لیکن ہم شاید اسے قادر مانتے ہی نہیں۔

(روزنامہ ایکسپریس 8/اگست 2010ء)

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

کامیابی

(مریم صدیقہ گرلز ہائر سیکنڈری سکول ربوہ)

۞ ڈسٹرکٹ لیول پر ہونے والے سپورٹس مقابلہ جات منعقدہ 11 اور 14/اکتوبر 2010ء میں مریم صدیقہ گرلز ہائیر سیکنڈری سکول کی طالبات نے شرکت کی اور درج ذیل نمایاں کامیابی حاصل کی۔

سعدیہ خان کلاس دہم، کرن آفتاب کلاس نہم اور سدرہ بشیر کلاس ہشتم نے ٹیبل ٹینس میں سوئم پوزیشن جبکہ آمنہ نعیم کلاس نہم، سعدیہ خان، حانیہ ارشاد، ہانیہ مبارک کلاس دہم نے سائیکل ریس میں دوئم پوزیشن حاصل کی۔

احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز سکول اور طالبات کیلئے مبارک کرے اور ہر میدان میں اعلیٰ کامیابیاں عطا فرماتا چلا جائے اور جماعت کیلئے نافع الناس وجود بنائے۔ آمین

(پرنسپل مریم صدیقہ گرلز ہائیر سیکنڈری سکول ربوہ)

اعزاز

(نصرت جہاں اکیڈمی گرلز سکول)

۞ مورخہ 18/اکتوبر 2010ء کو گورنمنٹ نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ میں باسکٹ بال کا مقابلہ منعقد ہوا۔ جس میں تین سکولوں نے شرکت کی۔ ادارہ ہذا کی طالبات نے محض خدا تعالیٰ کے فضل و احسان کے ساتھ ضلعی لیول پر فرسٹ پوزیشن حاصل کی۔ مقابلہ جات میں شمولیت کرنے والی طالبات درج ذیل ہیں۔ خدیجہ داؤد بنت مکرم داؤد احمد صاحب نہم، مشعل خالد بنت مکرم خالد محمود صاحب نہم، سنبل ابرار بنت مکرم ابرار احمد صاحب نہم، صبیحہ تنویر بنت مکرم ڈاکٹر تنویر احمد صاحب نہم، ارم مبارک بنت مکرم مبارک احمد صاحب نہم، طوبیٰ انعم بنت مکرم چوہدری کامران صاحب ہشتم، پروا اجمل بنت مکرم وحید احمد صاحب ہشتم، ایمن رضوان بنت مکرم ڈاکٹر رضوان صادق صاحب ہشتم اور ثانیہ سلطان بنت مکرم چوہدری سلطان محمد صاحب ہفتم

اللہ تعالیٰ اس کامیابی کے ساتھ ان بچیوں اور ادارہ کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔ احباب جماعت سے ادارہ کیلئے دعاؤں کی درخواست ہے۔

(پرنسپل نصرت جہاں اکیڈمی گرلز سکول ربوہ)

شکریہ احباب

۞ مکرم مبارک احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ چنیوٹ تحریر کرتے ہیں۔

ہماری پیاری والدہ محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری سراج دین صاحب سراج مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ مورخہ 25 ستمبر 2010ء کو بقضائے الٰہی انتقال کر گئی تھیں۔ ان کی وفات پر اظہار تعزیت کرنے والے اور ہمارے غم میں شریک ہونے والے تمام احباب دوستوں اور عزیزوں کے ہم سب سوگواران انتہائی مشکور ہیں۔ جنہوں نے اس کٹھن وقت میں حوصلہ دیا اور ہمارے دکھ میں نیک دعاؤں کے ساتھ شریک ہوئے۔

احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنا خاص فضل اور رحم فرماتے ہوئے ہماری پیاری والدہ محترمہ کو جنت الفردوس میں جگہ اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

۞ مکرم محمد ناصر صاحب یو۔کے تحریر کرتے ہیں۔

میرے والد مکرم پروفیسر محمد طفیل صاحب ابن مکرم بدر الدین صاحب آف فیض اللہ چک گورداسپور ایک لمبا عرصہ سانس کی تکلیف کی وجہ سے بیمار رہنے کے بعد 81 سال کی عمر میں مورخہ 16/اکتوبر 2010ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ کی نماز جنازہ مورخہ 17/اکتوبر 2010ء کو محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے احاطہ دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد دعا مکرم احمد فیضی صاحب امیر جماعت احمدیہ راولپنڈی نے کروائی۔ آپ لمبا عرصہ ساہیوال میں مقیم رہے ہیں۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ مکرمہ حمیدہ نسیم صاحبہ بنت مکرم حکیم فتح محمد سندھی صاحب مرحوم تین بیٹے مکرم محمد محمود صاحب مکرم محمد احمد صاحب، خاکسار دو دختران مکرمہ مبشرہ صالحہ صاحبہ اہلیہ مکرم محمد صالح صاحب کینیڈا اور مکرمہ نعیمہ خالد صاحبہ اہلیہ مکرم خالد نسیم صاحب امریکہ اپنی یادگار چھوڑی ہیں۔ مرحوم مکرم لئیق احمد عابد صاحب ایڈیشنل وکیل المال اول تحریک جدید کے بڑے بھائی تھے۔ احباب جماعت سے ان کی مغفرت اور بلندی درجات اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

سانحہ ارتحال

۞ مکرم شریف احمد کلو صاحب پیس ولیج ٹورانٹو کینیڈا تحریر کرتے ہیں۔

برادرم مکرم چوہدری محمود احمد صاحب کلو مرحوم سابق صدر جماعت احمدیہ چک نمبر 431 ج۔ب بھوانہ گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی بیوہ محترمہ رشیدہ بیگم صاحبہ جو خاکسار کی بھاوجہ اور میرے بچوں کی خالہ بھی تھیں صرف ایک دن کی علالت کے بعد مورخہ 2/اکتوبر 2010ء کو بعمر 80 سال گوجرہ میں وفات پا گئیں۔ مورخہ 4/اکتوبر کو مکرم مبشر احمد طارق صاحب مربی سلسلہ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور مقامی احمدیہ قبرستان چک نمبر 431 ج۔ب بھوانہ میں ان کی تدفین ہوئی اور بعد تدفین مربی صاحب موصوف نے ہی دعا کروائی۔

مرحومہ کی چھوٹی بہن میری اہلیہ مکرمہ مجیدہ بیگم صاحبہ اگلے ہی ہفتہ مورخہ 9/اکتوبر 2010ء کو اس فانی دنیا کو خیرباد کہہ کر خدا تعالیٰ کے پاس چلی گئیں اور اپنی پیاری بہن سے جا ملیں۔ بوقت وفات اس کی عمر 64 سال تھی۔ یہ دونوں بہنیں خدا کے فضل سے بہت نیک دعا گو، تہجد گزار، پرہیزگار اور مہمان نواز تھیں۔ ان کی آپس کی محبت مثالی تھی۔ میری بیوی مجیدہ صاحبہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی اپنے فضل سے توفیق عطا فرمائے اور دونوں بہنوں کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔ آمین

سانحہ ارتحال

۞ مکرم سعید احمد بٹ صاحب صدر جماعت احمدیہ چک مانانوالہ 203 ر۔ب فیصل آباد تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے چھوٹے بھائی مکرم عبدالحمید بٹ صاحب دارالیمن غربی شکر ربوہ بعمر 70 سال 10 روز طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں زیر علاج رہ کر 29/اگست 2010ء کو وفات پا گئے۔ اسی دن بعد نماز مغرب مکرم منصور احمد صاحب مربی سلسلہ نے بیت الذکر دارالیمن غربی شکر میں نماز جنازہ پڑھائی عام قبرستان میں تدفین کے بعد خاکسار نے دعا کروائی۔ مرحوم چک مانانوالہ 203 ر۔ب فیصل آباد میں مقیم تھے 1960ء میں جماعت قائم ہوئی تو پہلے سیکرٹری مال بنے۔ 1963ء میں احمدیہ بیت النور کے لئے 4 مرلہ پلاٹ خاکسار کے ساتھ مل کر وقف کرنے کی توفیق پائی۔ 1970ء میں ربوہ آ گئے اور تعمیر کا کام ٹھیکیداری کرتے رہے عرصہ 2 سال سے سانس کی تکلیف تھی صبر اور حوصلہ سے بیماری کا مقابلہ کیا بیوہ کے علاوہ 7 بیٹے اور 2 بیٹیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ 3 بیٹے غیر شادی شدہ ہیں احباب جماعت سے درخواست دعا ہے

انگریز جہاز راں اور ادیب

سر والٹر ریلے

انگریز جہاز راں، انشاپرداز، شاعر اور تاریخ داں سر والٹر ریلے 1552ء میں پیدا ہوا اور جلد ہی ملکہ الزبتھ اول کے دربار کا ایک اہم رکن بن گیا۔ 1585ء میں اسے ملکہ نے امریکہ میں کالونیاں آباد کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جہاں اس نے ورجینیا کی کالونی آباد کی۔ اس کالونی کا نام ملکہ الزبتھ اول کے خطاب The Virgin Queen United پر ورجینیا رکھا گیا۔ یہ آجکل امریکہ کی ایک ریاست ہے۔ والٹر ریلے کو اسی کے باعث Father of United States بھی کہا جاتا ہے۔

ورجینیا کے مقام پر اس نے مقامی آبادی کو آلو اور تمباکو استعمال کرتے ہوئے دیکھا۔ واپسی پر اس نے باقی دنیا کو تمباکو سے متعارف کرایا۔ آج دنیا میں تمباکو نوشی کا جو عام رواج ہے۔ اس کا سہرا سر والٹر ریلے کے سر ہی جاتا ہے۔

ملکہ الزبتھ کی وفات پر جب جیمز اول حکمران بنا تو اس نے والٹر ریلے کو ٹاور آف لندن میں قید کر دیا۔ کیونکہ وہ ہر اس شخص سے حسد کرتا تھا جو قابلیت اور جرأت میں اس سے بہتر تھا۔

ٹاور آف لندن میں اس نے 13 برس گزارے اور دوران قید ہی اس نے دنیا کی تاریخ لکھی۔ جو History Of World کے نام سے معروف ہے۔ اسی دوران اس نے بعض معرکۃ الآراء نظمیں بھی تخلیق کیں۔

1616ء میں اسے رہا کیا گیا اور سونے کی تلاش میں ایک مہم پر وینزویلا روانہ کیا گیا مگر اس کا یہ سفر ناکام رہا۔ واپسی میں سپین کے کچھ جہازوں سے اس کا ٹکراؤ ہو گیا۔ جیمز اول چونکہ سپین سے تعلقات اچھے رکھنے کا خواہاں تھا۔ اس لئے سپین کے دباؤ پر ریلے پر مقدمہ چلایا گیا اور اسے سزائے موت سنا دی گئی۔

29/اکتوبر 1618ء کو ٹاور آف لندن میں اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا۔

خالص سونے کے زیورات کا مرکز
کاشف جیولرز
گولبازار ربوہ
میاں غلام مرتضیٰ محمود
فون دکان: 047-6215747 فون رہائش: 047-6211649

مکرم حمید احمد ظفر صاحب

بوڑھوں کے لئے حادثات سے بچاؤ۔ اوراحتیاطیں

کچھ عرصہ پہلے الفضل میں چند واقعات گر کر ہڈی کے ٹوٹنے کے بارے میں شائع ہوئے۔ اس سلسلے میں چند مشاہدات اور تجربات تحریر کررہا ہوں تاکہ اس قسم کے حادثات سے بچا جا سکے۔

گرنے کی وجوہات

عام طور پر بڑی عمر میں قویٰ اور اعصاب کی کمزوری خاص طور پر نظر کی کمزوری ان حادثات کا باعث ہوتی ہیں۔ چلتے ہوئے اگر اونچی نیچی جگہ آجائے تو پاؤں اکھڑ جاتا ہے۔ کمرے میں اگر قالین پڑا ہوا اور اس کا کوئی حصہ اوپر اٹھا ہوا ہو تو وہ بھی پاؤں میں اٹک جاتا ہے۔ شلوار یا پاجامہ پہنتے ہوئے اگر اس کا پائنچا اٹک جائے تو بھی توازن کھو جاتا ہے۔ چپس والا فرش اگر تازہ پالش کیا ہوا ہو تو بھی پاؤں پھسل جاتا ہے۔ غرض عام طور پر چلتے ہوئے میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ زیادہ اونچا پاؤں اٹھا کر نہیں چلنا چاہئے۔ جوتی کا تلا زیادہ گھس جائے تو بھی چکنا ہو جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ بڑے عمر کے احباب چھڑی ہاتھ میں لے کر چلیں تو بہت سے حادثات سے بچا جا سکتا ہے۔ وقار سے چلنا اور جلدی نہ کرنی چاہئے۔

عام طور پر غسل خانہ میں گرنے کے بہت سے واقعات ہوتے ہیں۔ ان حادثات سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ غسل خانے زیادہ بڑے اور وسیع نہ بنائے جائیں۔ 5 سے 6 فٹ چوڑا غسل خانہ کافی ہوتا ہے۔ اگر اتفاق سے بڑا غسل خانہ بن گیا ہے تو اس کی دیواروں کے ساتھ ساتھ چلیں۔ دیواروں میں تولیہ لٹکانے کے لئے ایک انچ قطر کے پائپ تین سے چار فٹ کی اونچائی پر لگا لیں تاکہ توازن کھونے کی صورت میں ان کا سہارا لیا جا سکے۔ چھت سے کچھ بیلٹ لٹکا لیں جو زمین سے 5 فٹ اونچے ہوں۔ غسل خانہ کی صفائی کا خاص خیال رکھیں۔ صابن اور کائی نہ جمنے دیں۔

احتیاط

مندرجہ بالا وجوہات اور واقعات کو زیر نظر رکھ کر ان احتیاطوں کو اختیار کرکے بہت سے حادثات سے بچا جا سکتا ہے۔

1۔ سڑکوں اور گلیوں میں وقار کے ساتھ اور آہستہ چلا جائے اور اس سلسلہ میں حضرت لقمان علیہ السلام کی اس نصیحت پر عمل کیا جائے جو قرآن مجید میں مذکور ہے ”اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو“۔

2۔ غسل خانہ زیادہ بڑا نہ بنایا جائے اس کی صفائی کا خیال رکھا جائے اس کی دیواروں اور چھت کے ساتھ کچھ سہاروں کا انتظام کرلیا جائے۔

3۔ کپڑے پہنتے ہوئے دیوار کے ساتھ لگ کر پہنیں تاکہ اگر توازن بگڑ جائے تو دیوار کا سہارا ہو۔

4۔ بڑی عمر کے لوگ کرسی پر بیٹھ کر کپڑے تبدیل کرلیں تو اچھا ہے۔

5۔ فرش کے اوپر کوئی چیز اٹھی ہوئی نہ ہو مثلاً قالین، فلور میٹ اور کشنز وغیرہ۔ تاکہ ٹھوکر نہ لگے۔

6۔ اینٹوں کے فرش والی گلیوں میں اونچی نیچی جگہ کا خیال رکھیں۔

7۔ بچے بھی والدین کا خیال رکھیں کیونکہ جب آپ چھوٹی عمر کے تھے تو آپ کے والدین نے آپ کو چلنا سکھایا اور ہر طرح سے خیال رکھا۔ اب بڑی عمر میں والدین کے لئے یہ دعا ”اے میرے رب ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری تربیت اور پرورش کی“ ضرور کریں اور ان کا خیال رکھیں۔

8۔ بڑی عمر کے افراد باہر سڑکوں پر چلنے کے لئے چھڑی کا ضرور استعمال کریں۔

9۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں چیزیں پکڑ کر مت چلیں۔ کم از کم ایک ہاتھ خالی رکھیں تاکہ بوقت ضرورت اس سے سہارا لیا جا سکے۔

10۔ اگر چلتے ہوئے گھوم کر دیکھنے کی ضرورت محسوس ہو تو بہتر ہے کہ پہلے کھڑے ہو جائیں اور پھر گھوم کر دیکھیں۔

11۔ جوتی اطمینان سے پہن کر چلیں۔ چلتے چلتے جوتی نہ پہنیں۔ اس سے توازن بگڑ سکتا ہے۔

12۔ چلتے ہوئے پاؤں زیادہ اوپر نہ اٹھائیں۔ پاؤں کو زمین سے چند انچ اٹھانا کافی ہوتا ہے۔ امید ہے احباب اور خاص طور بڑی عمر کے دوست ان باتوں کا خیال رکھیں گے۔

اعلان دارالقضاء

(مکرم ادریس احمد اختر صاحب ترکہ مکرم محمد شریف صاحب)

مکرم ادریس احمد اختر صاحب نے درخواست دی ہے کہ میرے والد محترم محمد شریف صاحب وفات پاچکے ہیں ان کے نام قطعہ نمبر 5/6-A دارالرحمت غربی برقبہ 10 مرلہ منتقل کردہ ہے۔ لہٰذا یہ قطعہ میرے نام منتقل کردیا جائے۔ جملہ ورثاء کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہے۔

تفصیل ورثاء

1۔ مکرمہ نذیر بیگم صاحبہ (بیوہ)
2۔ مکرم سلیم احمد صاحب (بیٹا)
3۔ مکرم الیاس احمد صاحب (بیٹا)
4۔ مکرم نثار احمد صاحب (بیٹا)
5۔ مکرم ادریس اختر صاحب (بیٹا)
6۔ مکرمہ گلناز احمد صاحبہ (بیٹی)
7۔ مکرمہ گل ریز احمد صاحبہ (بیٹی)
8۔ مکرمہ شاہدہ احمد صاحبہ (بیٹی)
9۔ مکرمہ ثمینہ حسین صاحبہ (بیٹی)
10۔ مکرمہ لبنیٰ منیر احمد صاحبہ (بیٹی)
11۔ مکرم فیاض احمد صاحب مرحوم (بیٹا)

ورثاء مرحوم

(i) مکرمہ شاہین کوثر صاحبہ

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ کسی وارث یا غیر وارث کو اس منتقلی پر اگر کوئی اعتراض ہو تو وہ تیس یوم کے اندر اندر دفتر ہذا کو تحریراً مطلع کرکے ممنون فرمائیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

ربوہ میں طلوع وغروب 29۔ اکتوبر

طلوع فجر	4:54
طلوع آفتاب	6:20
زوال آفتاب	11:52
غروب آفتاب	5:24

اکسیر موٹاپا
موٹاپا دور کرنے کیلئے مفید دوا
کورس 3 ڈبیاں
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
Ph:047-6212434

Dawlance Exclusive Dealer
فریج، ائیر کنڈیشنرز، ڈیپ فریزر، مائیکرو ویو اون، واشنگ مشین، ٹی وی، ڈی وی ڈی جیسکو جنریٹرز گارنٹی کے ساتھ، استریاں، جوسر بلینڈر، ٹوسٹر سینڈوچ، بیکرز
انرجی سیورز سال کی گارنٹی کے ساتھ
گوہر الیکٹرونکس
گولبازار ربوہ: 047-6214458

عید کیلئے گرم وفینسی کپڑوں کی بہترین ورائٹی دستیاب ہے
صاحب جی فیبرکس گیلری
ریلوے روڈ ربوہ: 047-6214300

ایکسپریس کوریئر سروس
WORLD WIDE EXPRESS
کی جانب سے برطانیہ + جرمنی + کینیڈا + امریکہ + آسٹریلیا اور دیگر ممالک میں چھوٹے بڑے پارسل بھجوانے پر شاندار عید پیکج۔
فیصل آباد + لاہور + اسلام آباد میں ہمارے اپنے آفس میں سامان گھر سے پک کرنے کی سہولت
اعلیٰ سروس ہماری پہچان
Express Courier Service
بشارت مارکیٹ بالمقابل سیشن کورٹ نزد سپر برگر اقصیٰ روڈ ربوہ فون: 047-6214955,621 4956
شیخ زاہد محمود: 0321-7915213
فیصل آباد آفس: 041-2628786

FD-10

ضرورت گھریلو ملازم
ایک گھریلو مرد ملازم درکار ہے جس کی عمر 35 تا 45 سال کے درمیان ہو۔ تنخواہ معقول ہوگی۔ باقی مراعات بالمشافہ (ترجیحاً ربوہ کے رہائشی ہوں)
برائے رابطہ 0300-7707968

القاسم سیکیورٹی سروس (پرائیویٹ) لمیٹڈ
ہماری پہچان ...... آپ کا اعتماد
گورنمنٹ آف پاکستان / پنجاب حکومت سے منظور شدہ
جماعتی اجازت کے ساتھ
ہم پیش کررہے ہیں آپ کی حفاظت کے لئے قابل اعتماد، مستند، صحت مند اور مہارت رکھنے والے باصلاحیت
سیکیورٹی گارڈز
تعلیمی ادارہ جات، بیوت الذکر، محلہ جات، کاروباری مارکیٹس، گھروں اور دفاتر وغیرہ کی سیکیورٹی اور انفرادی طور پر باڈی گارڈز رکھنے کے لئے ہم سے رابطہ کریں۔
ہم آپ کے معیار کے مطابق سروس مہیا کریں گے۔
Head Office
امین ٹاؤن کشمیر روڈ فیصل آباد
فرسٹ فلور ضیاء نقیب اسٹیٹ ایجنسی
03336700965
03338985519
03338985520
طالب دعا: لقمان احمد اٹھوال
Sub Office
فرسٹ فلور مسرور پلازہ اقصیٰ چوک ربوہ
03336700965
03066700965